بسلسلہ مقامِ والدین مصطفےٰ ۵

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نسبِ نبوی کا مقام

تصنیف
امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ و تحقیق
مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز۔ لاہور

نام کتاب	المقامة السندسية فی النسبة المصطفوية
ترجمہ کا نام	نسب نبوی ﷺ کا مقام
تصنیف	امام جلال الدین سیوطیؒ
مترجم	مفتی محمد خان قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابو سفیان نقشبندی
کمپوزنگ	حجاز پیپر مارٹ ستا ہوٹل دربار مارکیٹ
	کمپوزنگ ظفر اقبال مدثر اعوان حضرت کیلیانوالہ
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
زیر اہتمام	محمد اسلم شہزاد
طباعت اول	ربیع الآخر 1420ھ 1999ء
تعداد	گیارہ سو (1100)
قیمت	۲۵ روپے

انتساب

سلطان العلماء علامہ سلطان احمد گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ ، حاصلانوالہ

کے نام

۱- جو سراپا اخلاص وللھیت تھے۔

۲-جو رات کے پچھلے پہر درسیات کے بڑے اسباق پڑھاتے بلکہ چاشت سے پہلے پہلے اسباق سے فارغ ہو جاتے۔

۳- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک "اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہوتا ہے"- پر عمل پیرا ہو کر سارا دن تجارت و حکمت میں بسر کرتے۔

۴-مدرسہ کے نام پر لینا تو کجا اپنے گھر سے طلبہ کی خدمت کرتے۔

محمد خان قادری

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجدد امت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کے بارے میں سات رسائل تحریر فرمائے' جن میں انہوں نے نہایت ہی قوی دلائل سے ثابت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ناجی' جنتی اور صاحب ایمان ہیں۔ یہ ان میں سے پانچواں رسالہ ہے۔ ہم نے ہر رسالہ کے مقدمہ میں کچھ دیگر اہل علم کی آراء کو بھی سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ یہاں بھی ان میں سے کچھ کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

ا۔ شارح مسلم امام محمد بن خلیفہ الابی المتوفی ۸۲۷ھ ایک حدیث مسلم کے تحت امام نووی کے اس جملہ پر کہ "کفر پر فوت ہونے والا دوزخی ہے اور اسے کسی رشتہ دار کی قرابت فائدہ نہیں دے سکتی"۔ لکھتے ہیں۔

قلت انظر هذا الاطلاق وقد قال السهيلى ليس لنا ان نقول ذلك فقد قال صلى الله عليه وآله وسلم لاتؤذوا الاحياء بسب الاموات وقال تعالى ان الذين يؤذون الله ورسوله ولعله يصح ماجاء انه صلى الله عليه وآله وسلم سأل الله سبحانه فاحياله ابويه فامنا به وقدر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فوق هذا ولا يعجز الله شئى

میں کہتا ہوں غور کرو! امام نووی نے یہ بات ہر ایک کے حوالے سے کہہ دی ہے۔ (حالانکہ حضور ﷺ کے حوالے سے یہ بات درست نہیں) امام سہیلی نے فرمایا ہے کہ ہمیں حضور ﷺ کے حق میں ایسی بات کہنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور اللہ تعالی کا مبارک ارشاد ہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں.... ممکن ہے وہ روایت صحیح ہو جس میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی سے دعا کی اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے' اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اس سے بھی بلند ہے' اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بھی کوئی شئی عاجز نہیں کر سکتی۔

آگے امام نووی نے لکھا تھا کہ مذکورہ حدیث یہ بھی واضح کر رہی ہے کہ زمانہ فترت میں بتوں کی پوجا کرنے والا دوزخی ہو گا اور یہ دعوت نہ پہنچنے والے پر عذاب نہ ہو گا' کیونکہ انہیں دعوت ابراہیمی پہنچی ہے' اس پر امام ابی لکھتے ہیں۔

قلت تامل ما فی کلامه من التنافی فان من بلغتهم الدعوة لیسوا باهل فترة

(اکمال اکمال المعلم ۱: ۶۱۶-۶۱۷)

میں کہتا ہوں غور کیجئے ان کے کلام میں تناقض ہے کیونکہ جنہیں دعوت پہنچ گئی وہ اہل فترت رہتے ہی نہیں۔

۲۔ امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ امام سیوطی کی تحقیق اور رسائل پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وقدطالعتها کلها فرایتها ترجع الی ان الادب مع رسوله صلی الله علیه وسلم واجب وان من آذاه فقد آذی الله وقال تعالی ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والاخرة واعدلهم عذابا مهینا وفی القرآن العظیم وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

میں نے تمام کا مطالعہ کیا ہے انہوں نے اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب و احترام لازمی امر ہے اور جس نے آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت اور ان کے لئے اللہ نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور قرآن عظیم میں یہ

بھی ہے کہ' اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں

قال الشيخ جلال الدين السيوطي خاتمة حفاظ مصر رحمه الله وقدصرح جماعات كثيرة بان ابوى النبي صلى الله عليه وسلم لم تبلغها الدعوة والله تعالى يقول وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا وحكم من لم تبلغه الدعوة انه يموت ناجيا ولا يعذب ويدخل الجنة

(اليواقيت والجواهر ' ۲=۴۰۸-۴۰۹)

امام جلال الدین سیوطی (جو مصری حفاظ حدیث میں آخری ہیں) کہتے ہیں متعدد اہل علم نے یہ تصریح کی کہ حضور ﷺ کے والدین کو دعوت دین نہیں پہنچی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں، اور جن لوگوں تک دعوت نہیں پہنچی ان کا حکم یہ ہے کہ وہ ناجی فوت ہونگے۔ ان پر کوئی عذاب نہ ہو گا اور وہ جنتی ہونگے۔

۳۔ امام محمد بن عبدالباقی زرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی بحث کے بعد اپنا نقطہ نظر ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

وقدبينالك ايهاالمالكي حكم الابوين فاذا سئلت عنهما فقل همانا جيان في الجنة اما لانهما احييا حتى امنا كما جزم به الحافظ السهيلي والقرطبي وناصر الدين بن المنير وان

اے مالکی (مخاطب) ہم نے تم پر حضور ﷺ کے بارے میں تفصیلاً واضح کر دیا ہے جب کوئی ان کے بارے میں پوچھے تو کہو وہ جنتی ہیں یا تو اس لئے کہ ان دونوں کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے جیسا کہ حافظ سہیلی، قرطبی، اور ناصر الدین بن المنیر

كان الحديث ضعيفا كما جزم به اولهم ووافقه جماعة من الحفاظ لانه فى منقبة وهى يعمل فيها بالحديث الضعيف واما لانهما ماتافى الفترة قبل البعثة ولا تعذيب قبلها كما جزم به الابى واما لانها كانا على الحنفية والتوحيد لم يتقدم لهما شرک کما قطع به الامام السنوسی والتلمسانی المتاخر محشی الشفاء فهذا ما وقفنا علیه من نصوص علمائنا ولم نر لغیرهم مایخالفه الا مایشم من ابن دحیة وقد تکفل برده القرطبی

(مصابیح السیرة المحمدیه ص ۳۴۹-۴)

نے اس پر جزم کیا' اگرچہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ ان سے پہلے حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس پر جزم کا اظہار کیا' کیونکہ زیر بحث معاملہ فضائل کا ہے۔ اور ایسے مقام پر حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔ یا اس لئے کہ وہ دونوں بعثت سے پہلے زمانۂ فترت میں تھے' اور بعثت سے پہلے عذاب کا سوال ہی نہیں' اس پر امام ابی نے جزم کیا یا اس لئے کہ وہ دونوں دین حنیفی اور توحید پر تھے۔ اور ان سے شرک ہرگز ثابت نہیں' جیسا کہ شیخ سنوسی اور تلمسانی محشی شفاء نے اس پر یقین کا اظہار کیا' یہ ہمارے علما کی تصریحات ہیں جو ہمارے مطالعہ میں آئیں اور ہم نے اس کے مخالف کسی کو نہیں پایا مگر جس نے ابن دحیہ سے بو پائی' لیکن اس کا امام قرطبی نے خوب اور کافی رد کر دیا ہے۔

یہ سیوطی کے پانچویں رسالہ کا ترجمہ ہے' بقیہ رسائل کا ترجمہ بھی الگ الگ شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے انہیں نافع بنائے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے' مصنف مترجم اور معاونین کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے۔

بروز پیر بعد نماز ظہر

۱۲ جولائی ۱۹۹۹ء

خادم دالدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد خان قادری

جامع مسجد رحمانیہ شادمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اس اہم اور قیمتی مقالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کے اسلام پر دلائل فراہم کر کے بہت سے مخفی گوشوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ اس کا نام' المقامۃ السندسیۃ فی النسبۃ المصطفویہ ہے۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم (التوبہ' ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے' تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب شرف نبی ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدرومنزلت نہایت بلند' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل نہایت روشن' مخلوق میں ماں اور والد کے حوالے سے سب سے افضل' حسب ونسب میں سب سے پاکیزہ ہیں۔

خلق اللہ لاجلہ الکونین

اللہ تعالی نے ان کی خاطر دو جہانوں کو پیدا فرمایا۔

تمام اہل ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے' اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت انبیاء کا نبی بنایا' ابھی حضرت آدم کا وجود تیار نہ ہوا تھا۔ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک عرش پر اس اطلاع کے لئے لکھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا مرتبہ اور فضیلت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنایا تو ان کی توبہ قبول ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ اگر یہ نہ

ہوتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پیدا نہ فرماتا اس سے بڑھ کر فضیلت کیا ہو سکتی ہے؟

بنی خص بالتقدیم قدما وآدم بعد فی طین وماء

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پہلے نبی کا درجہ دیا گیا تھا حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔)

کریم بالحیا من راحتیہ یجود وفی المحیا بالحیاء

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیوں کی برکت اور چہرہ اقدس کی برکت سے بارش کا نزول ہوا کرتا)

جنت کا مالک

امام غزالی اور دیگر اہل علم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں لکھا ہے۔

ان اللہ ملکہ الجنة واذن لہ ان یقطع منہا من یشاء مایشاء

(مرقاۃ المفاتیح، ۳ = ۲۲۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت کا مالک بنادیا ہے، اس میں سے جتنی جس کو چاہیں عطا فرما دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس سے بھی بڑھ کر احسان ہے، تعظیم شان کے لئے نسب کی خصوصی طہارت عطا فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامل برہان بنانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کو ہر قسم کی میل سے پاک رکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر اصل کو اپنے دور میں سب سے بہتر بنایا، جیسا کہ بخاری کی روایت میں ذکر ہے اور اس میں بیان کردہ مضمون پر ہمارا یقین ہے۔

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت فیہ

مجھے اولاد آدم کے ہر دور کے بہتر خاندانوں میں پیدا کیا گیا حتی کہ میں اس خاندان میں ہوا جس میں اب ہوں۔

(البخاری باب صفة النبی)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے۔

انا خیرکم انفسکم نسبا وصھرا وحسبا (الشفاء' ۱=۱۷) میں تم میں نسب مسرال اور حسب کے اعتبار سے نفیس و اعلیٰ ہوں۔

یہ بھی فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا وہ تمام مزکی اور مہذب تھے۔ جب بھی ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا گیا۔

فانا خیر کم نفسا وخیر کم ابا (دلائل النبوۃ' ۱-۵۸) میں تم سے اپنی ذات کے حوالے سے بھی افضل ہوں اور والدین کے حوالے سے بھی افضل ہوں۔

صاحب بردہ نے کیا خوب کہا اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت انعام عطا فرمائے۔

ویداللوجود منک کریم من کریم آباءہ کرماء

نسب تحسب العلی بحلاہ قلد تھا نجومھا الجوزاء

حبذا عقد سوددوفخار انت فیہ الیتیمۃ العصماء

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود صاحب شرف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء بھی صاحب کرم و شرف ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب عالی اور خوبصورت ہے 'جیسا کہ آسمان کے وسط میں ستارہ ہے 'اس قدر بلندی مبارک ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام میں بے مثل ہیں۔(قصیدہ ہمزیہ' ۶)

اس طریقہ سے نظم کرتے ہوئے حافظ العصر ابوالفضل بن حجر کہتے ہیں۔

نبی الھدی المختار من آل ہاشم

فعن فخر ھم فلیقصر المتطاول

تنقل فی اصلاب قوم تشرفوا

بہ مثل ماللبدر تلک المنازل

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہادی ہیں اور آل ہاشم سے منتخب' وہ فخر کی وجہ سے بہت بلند ہیں' جن ہستیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتقل ہوتے رہے'

ان کی مثل تو بدر نے بھی منازل نہیں پائیں)

قریش کی تخلیق

یہ بھی منقول ہے کہ قریش حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالی کی بارگاہ میں بصورت نور تھے اور وہ نور اللہ تعالی کی تسبیح پڑھتا' ملائکہ ان کی تسبیح پر تسبیح کہتے پھر وہ نور صلب آدم میں رکھا گیا اور وہ سب سے قیمتی جوہر تھا' فرمایا مجھے اللہ تعالی پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا' اس کی تائید آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے ان اشعار سے بھی ہوتی ہے۔

من قبلها طبت فی الظلال وفی	مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لابشر	انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد	الجم نسرا واهله الغرق
تنقل من صالب الی رحم	اذا مضی عالم بدا طبق
حتی احتوی بیتک المهیمن من	خندف علیاء تحتها النطق
وانت لما ولدت اشرقت الارض	وضاء ت بنورک الافق
فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور	وسبل الرشاد نخترق

(آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس وقت بھی موجود تھے جب حضرت آدم نے اپنے جسم پر پتے سیئے' پھر آپ زمین پر تشریف لائے اس وقت نہ کوئی بشر تھا اور نہ کوئی رحم مادر میں' آپ کشتی نوح میں سوار ہوئے اور ان کے مخالف لوگ غرق ہو گئے' آپ پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے حتی کہ آپ اپنے مبارک گھر میں تشریف فرما ہوئے اور آپ کا نسب سب سے اعلیٰ ہے' جب آپ کی ولادت ہوئی تو تمام زمین و آسمان روشن ہو گئے اور ہم اس ضیاء و روشنی میں راستہ و منزل پا رہے ہیں) (الوفاء ۱=۳۵)

حضرات انبیاء علیہم السلام سے عہد

اللہ تعالی نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد پر ان پر ایمان لاؤ گے 'اور ان کی مدد کرو گے' اگر تم ان کو پالو تو پھر ان کی اتباع اور تعظیم و توقیر کریں' آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا' خواہ وہ انسان ہیں یا جنات یا ملائکہ۔ شیخ بارزی کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دائرۂ دعوت میں حیوانات 'جمادات' حجر اور شجر بھی شامل ہیں۔

امام سبکی کا کہنا ہے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سابقہ تمام امتوں کے بھی رسول ہیں' پھر فرمایا تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی تمام امتیں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے دائرہ کے اندر ہیں' اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت پر آئیں گے۔ جو شریعتیں سابقہ انبیاء علیہم السلام لے کر آئے وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کی ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کی طرف منسوب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم' انبیاء علیہم السلام کے بھی نبی ہیں۔ اور وہ جو کچھ اپنی امتوں کی طرف لے کر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے بھی نبی ہیں۔'

مذکورہ ماہر امام نے جو شاندار گفتگو کی اس کی نظیر سننے میں نہیں آئی' انہوں نے اس موضوع پر مستقل کتاب "التعظیم والمنۃ" لکھی' حق یہ ہے کہ اسے ریشم کے کپڑے پر سنہری حروف سے لکھا جائے' اس بے مثل گفتگو کے مطابق امام بوصیری کا قول بھی ہے۔

وکل آی اتی الرسل الکرام بھا   فانما اتصلت من نورہ بھم

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا   یظھرن انوارھا للناس فی الظلم

وکلھم من رسول اللہ ملتمس   غرفا من البحرا ورشفامن الدیم

وواقفون لدیہ عند حدھم   من نقطۃ العلم اومن شکلۃ الحکم

جو جو کمالات رسولان کرام کو ملے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے وسیلہ سے تھے، آپ بزرگی میں سورج اور انبیاء ستارے ہیں جو لوگوں کی تاریکیوں میں رہنمائی کرتے ہیں، تمام رسل حضور سے حاصل کرنے والے ہیں، جیسے سمندر سے چلو یا شبنم سے قطرہ۔وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ایسے ہیں جیسے علم کے مقابلہ میں ایک نقطہ ہو۔(قصیدہ بردہ)

ہزار ہا معجزات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر ہزار ہا معجزات کا ظہور ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے خصائص عطا ہوئے جو پہلے کسی بھی نبی کو نہیں ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص و معجزات میں سے 'اپنے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا ایمان لانا بھی ہے۔ ہمیشہ سے اہل علم اور محدثین متقدمین و متاخرین نے اس پر گفتگو کرتے ہوئے اسے نقل کیا۔ اس پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ انہوں نے اسے چھپایا نہیں، بلکہ لوگوں کے درمیان اسے آشکار کیا اور پھیلایا۔ اسے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات، خصائص اور مناقب و فضائل میں شمار کیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا اس مقام پر سند کا ضعف نہیں دیکھا جاتا بلکہ فضائل و مناقب میں ضعیف روایت معتبر ہوتی ہے۔ آئمہ محدثین نے ابواب مناقب میں اس سے بھی زیادہ ضعیف روایات ذکر کی ہیں بلکہ جو اس کے رتبہ کو نہیں پہنچیں ان کے ذکر میں بھی تسامح سے کام لیا اور ان کی مختلف توجیہات کیں۔

امام قرطبی کی رائے

امام قرطبی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات وخصائص، وصال تک تسلسل کے ساتھ بڑھتے رہے تو یہ (احیاء والدین) بھی اللہ تعالی کے ان انعامات اور فضل میں سے ہے اور والدین کا زندہ ہونا شرعًا اور عقلًا محال نہیں۔

(التذکرہ، ۱۷)

اسی طرح ابن سید الناس کہتے ہیں بعض اہل علم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقامات مبارکہ اور درجات عالیہ 'روح طیبہ کے قبض ہونے اور رفیق اعلیٰ سے ملاقات سے پہلے بڑھتے رہے۔ ممکن ہے یہ شان آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پہلے حاصل نہ ہو اور پھر عطا کر دی گئی' تو والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا دیگر مخالف احادیث کے بعد ہو۔ (عیون الاثر '۱'۱۷۳)

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے خوب کہا

حبا الله النبی مزید فضل | علی فضل وکان به رؤوفا
فاحیا امه وکذا اباه | لایمان به فضلا لطیفا
فسلم فالقدیم بذا قدیر | وان کان الحدیث به ضعیفا

(اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی پر خصوصی رحم فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے' اس نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا' وہ (آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لائے یہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کس قدر لطف ہے۔ اے لوگو تسلیم کرو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں وارد حدیث ضعیف ہے)

ایک اہم ضابطہ

بعض اہل علم نے اسے یوں مؤید' قوی' پختہ' مضبوط اور ثقہ کرنے کے لئے کہا کہ یہ ایک امت کے متفقہ و مسلمہ قاعدہ کے مطابق ہے کہ کسی نبی کو جو بھی خصوصیت و معجزہ عطا کیا گیا ہے اس کی مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ضرور حاصل ہوئی' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبور سے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ نصیب ہوا تو اب اس کی نظیر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے بھی ہو گی اور وہ یہی مشہور و منقول واقعہ ہے۔ اگرچہ دیگر واقعات بھی اس طرح کے واقع ہوئے، مثلاً گوشت کا بولنا' کھجور کے تنے کا فراق. نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں رونا' لیکن

والدین کا زندہ ہونا اس کے زیادہ مماثل و مشابہ ہے' اور مسلمہ ضابطہ یہ ہے کہ حدیث ضعیف قاعدہ مقررہ کے مطابق ہونے کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے۔

محققین علماء کی رائے

محققین علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے حوالے سے اس (احیاء والدین) سے بھی زیادہ قوی اور اصح راستہ اختیار کیا ہے۔ کہ وہ ان اہل فترت میں سے ہیں جنہیں دین کی دعوت پہنچی ہی نہیں۔ کیونکہ یہ ہرگز ثابت نہیں کہ ان تک دعوت پہنچی اور انہوں نے اس کا انکار کیا۔ حالانکہ ہر بچہ فطرت دین پر ہی پیدا ہوتا ہے اور ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ وہ دونوں ابتداء جوانی میں رحلت فرما گئے۔ انہوں نے بڑھاپا نہیں دیکھا' انہوں نے اتنی عمر نہیں پائی کہ وہ علماء کی تعلیمات سے باخبر ہوتے یا وہ سفر کے ذریعہ اہل علم کی مجالس اور صحبتوں میں استفادہ کرتے۔

اہل فترت کا حکم

اہل فترت کے بارے میں صحیح اور حسن احادیث ہیں کہ روز قیامت باری تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے امتحان تک ان کا معاملہ موقوف رہے گا' جس کے نصیب میں سعادت مندی ہو گی وہ طاعت کر کے جنت میں جائے گا۔ اور جو شقی ہو گا وہ نافرمانی کر کے دوزخ میں چلا جائے گا۔ اسی سے یہ قاعدہ سامنے آیا کہ جن لوگوں کو دعوت نہیں پہنچی ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں عذاب نہیں ہو گا اب جس کا مذہب بھی امام شافعی اور امام اشعری کے مطابق ہے وہ ان کی نجات کا قائل ہے۔

روایات کا جواب

مخالف روایات جو مسلم وغیرہ میں ہیں ان کے جواب میں محققین نے فرمایا یہ ان دلائل کی بنا پر منسوخ ہیں جن پر شکر منعم کا قاعدہ مبنی ہے اور اس پر انہوں نے قرآن مجید

سے یہ آیات بطور استدلال ذکر کی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء، ۱۵)

ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

۲۔ ایک مقام پر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ دعوت پہنچنے سے پہلے کسی کو عذاب و ثواب نہ ہو گا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ولو انا اہلکنھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیتک من قبل ان نذل ونخزی (طہٰ، ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

۳۔ سورۃ القصص میں فرمایا

ولولا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص، ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے، اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

۴۔ اسی سورت میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوا جس سے اہل علم نے استدلال کیا۔

وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایتنا وماکنا مھلکی القری الاواہلھا ظلمون (القصص، ۵۹)

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب کہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔

۵۔ اللہ تعالی نے واضح فرمایا کہ جاہل مکلف نہیں، اور اہل نقل نے یہی بات اس آیت سے استنباط کی۔

ذلک ان لم یکن ربک مھلک القری بظلم واھلھا غفلون (الانعام، ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

۶۔ اسی سورت میں سب سے سچے قول والے نے فرمایا

ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغفلین (الانعام، ۱۵۶)

کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

۷۔ سورۂ شعراء میں اہل جہاں کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا۔

وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ذکری وماکنا ظلمین (الشعراء، ۲۰۹،۲۰۸)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی مگر جسے ڈر سنانے والے ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

۸۔ اللہ تعالی نے کفار کے عذر کو ختم کر دیا کہ وہ دوزخ میں کوئی مددگار نہیں پائیں گے کے بارے میں فرمایا۔

وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صٰلحا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمرکم مایتذکر فیہ من تذکرو جاء کم النذیر (الفاطر، ۳۷)

وہ اس میں چلاتے ہوں گے، اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔

الغرض مذکورہ قاعدہ ہمارے فقہ و اصول میں قطعی اور مسلمہ ہے اور یہ اس کا محتاج نہیں کہ اس پر کوئی نقل پیش کی جائے۔

اس کی نظیر مشرکین کے بچوں کا عذاب میں ہونے والی روایات کا منسوخ ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ناسخ ہے۔

ولاتزروازرۃ وزراخری (الاسراء، ۱۵)

اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

اس استدلال پر وہ حدیث بھی دال ہے جسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والدین کے بارے میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ماسألتھما ربی فیعطینی فیھما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود (المستدرک، ۲:۳۹۷)

میں نے اپنے رب سے جو کچھ ان کے بارے میں مانگا اس نے مجھے عطا فرمایا تو میں مقام محمود پر کھڑا ہونگا۔

جو واضح کر رہا ہے کہ اس مقام پر انہیں شفاعت نصیب ہو گی اور یہ امتحان کے موقعہ پر طاعت کی صورت میں ہی ہو گی، اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی روایت کو محمول کیا جائے گا جسے تمام رازی نے فوائد میں ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اذا کان یوم القیامة شفعت لابی وامی وعمی واخ لی کان فی الجاہلیة(ذخائر العقبی' ۱۷)

روز قیامت میں اپنے والد' والدہ' چچا اور جاہلیت کے بھائی کی شفاعت کروں گا۔

اس سے مراد رضاعی بھائی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے صاحبزادے ہیں۔ امام محب طبری نے چچا کے حوالے سے مذکور فرمان کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف کی شفاعت ہے جیسا کہ مسلم میں ہے۔(ایضاً' ۱۷)

ہاں یہ تاویل ان کے حق میں ضروری ہے کیونکہ انہوں نے بعثت کا دور پایا لیکن وہ اسلام نہ لائے۔

امام فخرالدین رازی کا خوبصورت مسلک

امام فخرالدین رازی نے ایک اور مسلک اختیار کیا ہے جو نہایت ہی خوبصورت اور تعظیم و تکریم پر مشتمل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین مشرک نہیں تھے۔ بلکہ وہ اہل توحید اور دین ابراہیمی پر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد حضرت آدم تک توحید پر ہی رہے۔ انہوں نے اس پر قرآن سے استدلال کیا جو تمام عابدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی السجدین

(الشعراء ۲۱۸' ۲۱۹)

جو تجھے دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور تمہارا سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونا۔

دوسرے مقام پر فرمایا

انما المشرکون نجس

(التوبہ' ۲۸)

مشرک نرے ناپاک ہیں۔

یہ کفار کا حکم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین — میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم، ۱/۵۷)

سیوطی کی تحقیق

میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کے بارے میں مطالعہ کیا میں نے انہیں حضرت آدم سے لیکر مرۃ بن کعب بن لوئی تک، تمام کو صاحب تقویٰ اور اہل ایمان پایا۔ ہاں ان میں آزر کو مستثنیٰ کیا جائے گا بشرطیکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہوں اگر وہ آپ کے چچا ہیں جیسا کہ امام رازی اور اسلاف کی پوری جماعت کا موقف ہے تو حکم تمام کو شامل ہو گا۔

آثار کی شہادت

اور اس پر صحیح آثار شاہد ہیں کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان کوئی کافر نہیں، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کا یہ معنیٰ ہے۔

کان الناس امۃ واحدۃ — لوگ امت واحدہ ہی تھے۔

(البقرہ، ۲۱۳)

تو ان میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا (نوح ۲۸/۱) — اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔

حضرت سام بن نوح کے بارے میں ہے کہ وہ نبی تھے آگے ان کے بیٹے ارفخشند صدیق تھے، انہوں نے اپنے جد حضرت نوح علیہ السلام کو پایا اور انہوں نے ان کے لئے دعا بھی کی اور یہ بہترین ساتھی تھے۔

عربوں میں کوئی مشرک نہ تھا

طبقات ابن سعد میں ہے کہ بابل میں عہد نوح سے لوگ اسلام پر ہی تھے۔ یہاں تک کہ نمرود بن کوش بن کنعان وہاں کا بادشاہ بنا تو اس نے انہیں بت پرستی کی دعوت دی۔ (الطبقات' ۱=۴۴)

رہا معاملہ عربوں کا تو بخاری وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ عہد ابراہیمی سے لے کر عہد عمرو بن عامر خزاعی تک ان میں کوئی مشرک نہ تھا' یہ پہلا شخص ہے جس نے بت پرستی شروع کی اور دین ابراہیمی میں تبدیلی کی' اس سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دوزخ میں اپنی آنتیں کھینچتے ہوئے دیکھا۔

اس بات کی متعدد علماء نے تصریح کی ہے اور مختلف محدثین نے اسے نقل کیا ہے۔ ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا۔

کان عدنان ومعد وربیعة ومضر وخزیمة واسد علی ملة ابراہیم فلا تذکرو هم الابخیر

عدنان' معد' ربیعہ' مضر' خزیمہ اور اسد تمام ملت ابراہیمی پر تھے۔ ان کا تذکرہ اچھا ہی کیا کرو۔

الروض الانف میں ہے

لاتسبوا الیاس فانه کان مؤمنا

الیاس کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اہل ایمان ہیں۔

(الروض' ۸)

دلائل النبوۃ از امام ابونعیم میں ہے' حضرت کعب بن لؤی نے اپنی اولاد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وصیت کی اور ساتھ کہا۔

یالیتنی شاهد نجواء دعوته

اذا قریش تبغی الحق خذلانا

کاش میں اس وقت حاضر ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کی دعوت دیتے اور قریش اسے نیچا کرنے کی کوشش کرتے۔ (دلائل النبوۃ: ۱، ۹۰)

چار کا معاملہ

رہا کلاب، قصی، عبد مناف اور ہاشم کا معاملہ ان کے بارے میں بندہ کسی نص سے آگاہ نہ ہو سکا باقی عبدالمطلب تو ان میں اختلاف ہے، مختار یہی ہے کہ وہ ان اہل فترت میں سے ہیں جنہیں دعوت نہیں پہنچی، قصۂ اصحاب فیل میں ان کا یہ قول اس کی تائید کر رہا ہے۔

لاھم ان المرء یمنع رحله فامنع حلالک
وانصر علی آل الصلیب وعابدیه الیوم آلک

(اے اللہ! آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما، ان کی صلیب اور اسلحہ تیرے گھر پر غالب نہیں آسکتے) (الطبقات-۹۲/۱)

حضرت مجاہد اور سفیان بن عیینہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے اسلام پر ہونے پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

واذ قال ابراہیم رب اجعل هذا البلد آمنا واجنبني وبني ان نعبد الاصنام (ابراہیم، ۳۵)

یاد کرو جب ابراہیم نے کہا میرے رب بنا دے اس شہر کو امن والا اور مجھے بچا اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے۔

ابن منذر نے تفسیر میں عالم کبیر ابن جریج سے صحت کے ساتھ اس فرمان باری تعالی

رب اجعلنی مقیم الصلوٰة ومن ذریتی (ابراہیم، ۴۰)

اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔

کے تحت نقل کیا ہے۔

فلن یزال من ذریة ابراہیم ناس علی الفترة یعبدون اللّٰہ

حضرت ابراہیم کی اولاد میں ہمیشہ کچھ لوگ فترت پر رہے اور اللہ تعالی ہی کی عبادت کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس، مجاہد اور قتادہ سے اللہ تعالی کے اس ارشاد گرامی

وجعلها کلمة باقیة فی عقبه لعلهم یرجعون (الزخرف، ۲۸)

اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا تاکہ وہ باز آئیں۔

کی تفسیریوں منقول کی ہے۔

الاخلاص والتوحید لایزال فی ذریته من یوحدالله ویعبده (جامع البیان، ۱۳=۸۱)

اخلاص اور توحید مراد ہے، ہمیشہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں ایسے لوگ رہے جو اللہ کو واحد مانتے اور اس کی عبادت کیا کرتے۔

حافظ ابن ناصرالدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔

تنقل احمد نورا عظیما تلألأ فی جباہ الساجدینا
تقلب فیهم قرنا فقرنا الی ان جاء خیر المرسلینا

(نور احمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتا رہا اور ہر بہتر سے بہتر خاندان میں ہوتا ہوا خیرالمرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صورت میں ظہور پذیر ہوا)

یہ منقول ادلہ کا خلاصہ ہے، یہ چمکتے ہوئے بدر و قمر ہیں نہ کہ ستارے، ان سے سینوں کو شرح نصیب ہوا ہے، مسئلہ سورج کی طرح چمک اٹھا ہے، جو بھی اس مسئلہ میں فکر و نظر کرے گا، اس کے تمام گوشوں کا مطالعہ کرے گا، اس پر مخفی معاملہ آشکار ہو جائے گا اور جس کے ہاں اس کا موقف قوی ہے اور اس کے ہاں دوسرا موقف قوی ہے تو وہ اسے اپنائے، ہمارا ان پر جبر نہیں، ہاں وہ آدمی ایسا ہو کہ دلائل کی بنیاد پر چلتا ہو تو ایسا آدمی جو قول بھی اختیار کرے اور جس ترجیح کو اپنائے درست ہے اور اپنے قول پر دلائل ذکر بھی کر سکتا ہے۔ لیکن جس کا مطالعہ بھی کم ہو اور پھر وہ فحش کلامی اور گالی میں زبان دراز کرے تو "انا لله ولا حول ولا قوة الابذی الطول" اگرچہ وہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ میں نے اپنی تحقیق میں ترجیح دی ہے اور میرا مقصد اصلاح

کے سوا کچھ نہیں۔

مجھے کسی نے ایک اہل حدیث کے بارے میں بتایا جس نے ساری عمر جلد بازی میں گزار دی ہے کہ ان کے پاس میرے دلائل کا تذکرہ ہوا تو وہ چیخ پڑے اور نفرت کرتے ہوئے منہ پھیر لیا اور ان کے منہ سے پانی بہنا شروع ہو گیا زبان نکل آئی۔ چہرہ رات کی طرح سیاہ ہو گیا' قریب تھا کہ وہ ستاروں کی طرف اڑتا وحشیوں کی طرح دوڑا' پھر اس کے منہ میں جو کچھ آیا اس نے کہا' جو فحش کلام و گفتگو اس نے کی' ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اس نے یہ بھی تذکرہ کیا کہ والدین کے بارے میں قرآن عظیم میں نازل ہوا ہے۔

ولا تسئل عن اصحاب الجحیم (البقرہ' ۱۱۹)	تم سے اصحاب دوزخ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

میں نے ناقل سے کہا تم نے اس کے شیخ کے کلام سے اس کا منہ بند کرنا تھا جو نہایت ہی مضبوط اور مستحکم محدث (ابن حجر) ہیں اور اس کی جلائی ہوئی آگ کو وہاں ہی ٹھنڈا کر دینا تھا۔

اگر وہ بے وقوفی کے بغیر وہی نقل کر دیتا جو منقول ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ قصور تو ان لوگوں کا ہوتا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں یا تو بلندی پر اترانے کی بنا پر یا حد غلو کی طرف تجاوز کرتے ہوئے یا اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے یا دوسرے کو حقیر و ذلیل جانتے ہوئے یا مجھ جیسے آدمی پر حملہ آور ہوئے ایسا کوئی کرے۔

کیا یہ قواعد مسلم نہیں؟

کیا اس کے نزدیک وہ قاعدہ شکر منعم پکا نہیں جس پر یہ مسئلہ مبنی ہے۔ کیا قاعدہ حسن و قبیح مضبوط نہیں جو اسے مستحکم بنا رہا ہے' کیا وہ نہیں جانتا کہ غافل، مکلف

نہیں ہوتا؛ کیا بعثت سے پہلے افعال کے بارے میں نہیں جانتا کہ ان پر تشدد ہے یا تخفیف؛ کیا وہ فن اصول، قواعد استدلال اور متعارض نقول کے ترجیح سے آگاہ نہیں؟

لاتحسب المجد تمرا انت آكله
لن تبلغ المجد حتى تلعق الصبرا

(کھجور کھانے سے انسان بزرگ نہیں ہوتا جب تک مقام صبر حاصل نہ ہو انسان بزرگی نہیں پا سکتا۔)

کیا پہلا معاملہ بھول گیا ہے؟

کیا اسے وہ پہلا معاملہ بھول گیا جب میں نے لکھا تھا کہ انبیاء کی زیارت بیداری میں ممکن ہے اور اس پر آئمہ اور حفاظ کی تصریح ہے تو اس پر وہ بھڑ اٹھا اور مجھے برا بھلا کہتے ہوئے کہنے لگا یہ تو محال ہے۔ کثرت قیل و قال سے خوش ہونے لگا۔

جب اس پر تشدید بڑھی اور اسے اطلاع ملی کہ تجھ پر تو تکفیر لازم آرہی ہے تو اس نے اپنے الفاظ بدلتے ہوئے کہا میں نے تو دعویٰ اجماع کا انکار کیا تو اس کا قول ثانی پہلے سے بھی بدتر ٹھہرا، کیونکہ ممکنات میں باری تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں کسی کو اختلاف ہے ہی نہیں، تو جو جائز اور محال میں فرق نہیں کر سکتا اس کے لئے خاموشی ہی بہتر و مناسب ہوتی ہے۔ میں نے اسی واقعہ کے متعلق کہا تھا۔

رؤية الانبياء بعد الممات ادخلوها فى حيز الممكنات
قل لمن قال انه مستحيل اترک الخوض عنک فى الغمرات
انت لاتعرف المحال ولاالممكن لامابا لغير او بالذات
فاحترز ان نزل زلة كفر وتوق مواقع الزلات

(حضرات انبیاء علیہم السلام کی زیارت وصال کے بعد ممکنات میں سے ہے۔ جو کہتا ہے محال ہے اسے کہیں تو ان گہرائیوں میں غوطہ زن نہ ہو۔ کیونکہ تجھے محال و ممکن کا علم نہیں اور نہ تو جانتا ہے کہ بالغیر محال کون ہے اور کون بالذات ہے، بچ جا کہیں کفر میں نہ گر جانا اور پھسلنے والے مقامات سے بچ کر رہو

میرا قصور صرف یہ ہے

اس نے مجھے جو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا اور مجھے برا بھلا کہا اس کی وجہ صرف یہ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی نجات والے قول کو ترجیح دی ہے اور میرے سامنے اسلاف صالح کا اسوہ ہے' کیا مجھ سے پہلے یہ بات ایسے علماء نے نہیں کہی کہ اگر ان کا وزن پہاڑوں سے کرایا جائے تو وہ پھر بھی بھاری ٹھہریں گے۔ ہاں اگر وہ عدم اطلاع کی بات کرے تو عذر مقبول ہے یا نسیان کا قول کرے تو کوئی بات نہیں' انسان بھول سکتا ہے۔

وماسمی الانسان لالمنسیه
ولا القلب الا انه یتقلب

(انسان کہنے کی وجہ اس کا نسیان ہے اور قلب کی وجہ اس کا بدلنا ہے)

یہ بعید کیوں؟

کیا بعید ہے جس کے وسیلہ سے اللہ تعالی دونوں جہانوں کو نجات عطا فرمائے کہ وہ اس کے وسیلہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو نجات دے اور اگر یہ بعید ہے تو میرے نزدیک وہ شدت کے بجائے نرمی کا راستہ بہتر ہے اور اگر وہ اس پر ڈٹا رہے گا تو وہ بخیل ہے۔ جس نے راہ سخاوت کو ترک کر دیا۔

شح السخاوی بالانجاء یذکرہ عن والدی سیدالانبیاء والامم
ان عزان یبلغ البحر الخضم یالیته یستقی من وابل الدیم

(سخاوی نے نجات والدین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے بخل کیا اگر وہ محسوس کرتا کہ وہ بحر عظیم پر ہے تو کاش اس دائمی برسات سے سیراب ہو جاتا)

کیا میرے پاس دلیل نہیں؟

کیا مخالف یہ سمجھتا ہے کہ ترجیح پر میرے پاس دلیل نہیں، میں نے محض خواہش

نفس کی بناء پر بغیر دلیل ترجیح دی ہے، معاذ اللہ! میرے سامنے دلائل قاطعہ ساطعہ، خالصہ، روشن، جامع مانع، پختہ، مضبوط، مستحکم اور پکے، نفیس و اعلیٰ، جازم و لازم، مثبت، صحیح، صریح، تامہ و شاملہ ہیں جو دوسرے کی شکست کا سبب بن سکتے جیسا کہ کہا گیا۔

اتحس القوافی تحت غیر لوئمنا ونحن علی قوالها امراء

یا مجھ پر اس لئے برس رہا ہے کہ میں نے دوسرے قول پر سکوت کیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے کہ میں بھی اسے زبانوں پر جاری کرواؤں تو سبحان اللہ مجھے اس قول کی حکایت سے کیا نسبت؟ کیا میں حالت نیند میں ہوں یا اونگھ رہا ہوں، کیا ان میں سے نہ بنوں جو اچھا قول سنتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں کیا مجھے حق نہیں کہ اپنے اور اس کے درمیان دیوار بنا دوں جس میں دروازہ ہو اس کے اندر رحمت اور باہر عذاب ہو۔

سکوت پر دلائل

ا۔ علماء نے اس خاموشی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے اسے حسن ادب اور احسن طریقہ قرار دیا ہے۔

۲۔ سائل ان لوگوں میں سے ہے جو آخرت کا مقر ہے اور اس کی مجلس میں خواتین و عوام اور کم فہم بلکہ نئے نئے مسلمان ہونے والے لوگ بھی آتے ہیں، کیا ہم ان تک یہ بات پہنچانے والے بن جائیں، پھر ان کے فہم بھی کم اور طبائع بھی بہتر نہیں تو ہمیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے، ہر مقام کے لئے مقال ہوتا ہے اور ہر معلوم کا بیان بھی کہاں ضروری ہوتا ہے؟

امام بیہقی نے شعب الایمان میں بعض اسلاف سے نقل کیا۔ جس کی عقل اس کے علم سے چھوٹی ہے اس کا علم اسے قتل کر دے گا۔ (شعب الایمان ۱۶۷۴)

اور جس نے کلام کیا اس کا خون مباح اور مذمت کثیر ہوئی پھر اس سے میری کیا غرض متعلق ہے؟ کیا اس مسئلہ کا تعلق اصول دین سے ہے کہ اس سے خاموشی سے

ضیاع کا خطرہ ہے یا کوئی ایسی عبادت ہے کہ خاموشی کی وجہ سے اس میں خلل وفساد آ جائے گا۔ یا عقد مالی ہے جس میں نقص آ جائے گا یا مسئلہ نکاح ہے کہ اس میں حرام کو حلال بنایا جا رہا ہے یا قصاص کا معاملہ کہ وہاں خاموشی سے حق چھن جائے گا یا اس سے کسی کی ہتک عزت لازم آ رہی ہے، بلکہ یہاں تو ادب مطلوب ہے اور بہت سے مقامات پر خاموشی واجب و مستحب ہوتی ہے۔

ترک الامور التی تخش عواقبها فی الله احسن فی الدنیا وفی الدین

(اللہ کی خاطر ان امور کا ترک کر دینا جن کے انجام سے خوف ہو، دنیا و دین میں احسن طریقہ ہے)

آیت سے استدلال

رہا منکر کا آیت سے استدلال کہ

ولا تسئل عن اصحاب الجحیم (البقرہ، ۱۱۹) اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہو گا۔

ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تو ہم اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ علوم حدیث میں یہ ثابت ہے کہ سبب نزول کا حکم، حدیث مرفوع والا ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں صحیح اور متصل حدیث ہی مقبول ہو گی نہ کہ ضعیف و مقطوع۔ مذکورہ سبب نزول کے بارے پوری دنیا میں کہیں بھی متصل اور صحیح سند ثابت نہیں۔ اور اس کے منکر کو بھی اعتراف ہے کیونکہ جب بات اس سے کی گئی تو اس نے انکار نہیں کیا اور اگر وہ حدیث ضعیف سے عذاب کا قول کر رہا ہے تو احادیث نجات کو بطریق اولیٰ مقبول ہونا چاہئے کیونکہ یہ اس سے افضل ہیں۔ جب وہ اس مقطوع روایت سے دوزخ ثابت کر رہا ہے تو اس متصل روایت سے جنت کیوں ثابت نہ ہو گی؟

یہاں خطاب کس کو ہے؟

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سامنے رکھا جائے کہ یہاں خطاب کس کو ہے؟ اس آیت کے آگے پیچھے ملاحظہ کر لو۔

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوبعھدی اوف بعھدکم وایای فارھبون (البقرہ، ۴۰)

اے یعقوب کی اولاد، یاد کرو میرا احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

وہاں سے لے کر دوسرے مقام

یابنی اسرائیل اذکروانعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین

(البقرہ، ۴۷)

اے اولاد یعقوب، یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔

تمام کا تمام خطاب اہل کتاب کو ہے یہی وجہ ہے کہ جب یہ طویل بات ختم کرنے کا مرحلہ آیا تو پھر بنی اسرائیل کا تذکرہ کیا تاکہ واضح ہو جائے کہ ابتداء و انتہا میں وہی مراد ہیں، تو اصحاب جحیم سے مراد اہل کتاب کے وہ کفار ہیں جنہوں نے دین کی دعوت قبول نہ کی۔

ہمارے مؤقف کی تائید

ہمارے مؤقف کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اس میں بنی اسرائیل کی اولاد، خصوصاً یہود اور تورات میں تحریف و کمی کرنے والوں سے خطاب ہے اس پر یہ قول شاہد ہے جسے امام فریابی، اور عبد بن حمید نے حضرت مجاہد (جو تفسیر قرآن کے امام ہیں) سے نقل کیا۔

من اربعین ایۃ من سورۃ البقرۃ الی عشرین ومائۃ فی بنی اسرائیل

سورۃ البقرہ کی آیت چالیس سے ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کے بارے میں ہیں۔

اس پر آیت کے الفاظ و معانی کی بھی دلالت ہے مثلاً جحیم عظیم آگ کو کہا جاتا ہے اس پر لغت اور آثار عادل ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابومالک (جو معروف تابعی ہیں) سے نقل کیا ہے کہ اصحاب الجحیم میں جحیم سے بڑی آگ مراد ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

لھا سبعۃ ابواب

جہنم کے سات طبقات ہیں۔

کی تشریح میں نقل کیا سب سے پہلا جہنم، دوسرا لظیٰ تیسرا حطمہ چوتھا سعیر، پانچواں سقر، چھٹا جحیم، ساتواں ھاویہ، پھر فرمایا۔

الجحیم فیھا ابو جھل الحواب

جحیم میں ابو جہل پاپی ہو گا۔

(جامع البیان، ۱۴، ۴۷)

اس مقام پر وہی ہو گا جس کا کفر بھی بڑا ہو، جس کا گناہ بھی بڑا اور وہ علم و یقین کے بعد انکار کرنے والا ہو گا، جس نے آیات کتاب میں تبدیلی کی ہو گی، جانتے ہوئے انکار و مذمت کی ہو گی اور تورات کو بدل ڈالا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی اس نے تکذیب کی ہو گی، حالانکہ اسے اس کی کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق، اتباع اور طاعت کا حکم تھا۔

یہ حکم اہل فترت کا نہیں ہو سکتا

لیکن ایسا اہل فترت کے لئے نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے پاس نہ علم آیا اور نہ کتاب، نہ انہوں نے کسی کا انکار کیا اور نہ انہوں نے کسی کتاب میں تبدیلی کی، یہ لوگ اس قبیل سے نہیں، خصوصاً وہ اشخاص و افراد جن میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتقل ہوتا رہا۔

حضرت ابوطالب کا سنئے

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابوطالب پر سب سے کم عذاب ہو رہا ہے' وجہ اس کی فقط یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی اور اپنی قرابت کا احساس کیا' باوجود اس کے انہوں نے لمبی عمرپائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت و دعوت سے انکار بھی کیا۔

فماظنک بابویہ اللذین ہما اشد قربًا و آکدحبًا واقصر عمرًا وابسط عذرًا

اب تمہارا کیا خیال ہے آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں جن کے قرب سے بڑھ کر کسی کا قرب نہیں' ان سے بڑھ کر آپ ﷺ کا محب کون ہے' انہوں نے کم عمرپائی اور ان کا عذر بھی نہایت ہی معقول ہے۔

معاذ اللہ! وہ طبقہ جحیم میں کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان پر اسقدر عظیم عذاب کیوں؟ یہ بات اسے ہرگز سمجھ نہیں آسکتی جو ذوق سلیم رکھتا ہے۔

منکر کا رد

منکر کا یہ کہنا کہ ان کے عذاب کے بارے میں متعدد احادیث ہیں' تو میں ان تمام سے واقف ہوں' میں نے تمام کو جمع کر کے تحقیق کی ہے ان میں سے اکثر ضعیف و معلول ہیں اور جو صحیح ہیں' وہ یا تو سابقہ دلائل کی وجہ سے منسوخ ہیں اور ان کے معارض ہیں' تو پھر ان میں اصول کے مطابق ترجیح دینا ہوگی۔

آئمہ مالکیہ کا جواب

آئمہ مالکیہ میں سے بعض نے یہ روشن جواب دیا ہے کہ یہ عذاب والی روایات اخبار آحاد ہیں اور یہ دلائل قطعی (جن میں نجات کا ذکر ہے) کے معارض و مقابل آہی نہیں سکتیں۔

بچوں کے بارے رائے

میں کہتا ہوں منکر مشرکین کے بچوں کے بارے میں کیا کہے گا' حالانکہ ان کے دوزخی ہونے پر مضبوط و صحیح حدیث ہے' اگر وہ کہے کہ میں انہیں دوزخی ہی مانتا ہوں تو یہ بہت بڑا قول ہے اور اس پر عظیم خطرہ ہے اور اگر وہی قول کرے جو دیگر اہل علم نے کیا تو اب پریشانی ختم ہو جائے گی۔ لیکن اس سے منکر نے یہ مان لیا کہ ان روایات سے عدول کر لیا جائے جو ان کے دوزخی ہونے کے بارے میں وارد ہیں' تو ماننا پڑھے گا کہ وہ اہل تحقیق و علم کے ہاں منسوخ ہیں کیونکہ انہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو گی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

سألت ربی الاهین من ذریة البشر فاعطانیهم

میں نے اپنے رب سے انسانی اولاد کے لئے عرض کیا تو اس نے مجھے عطا فرما دیا

بچوں اور جنہیں دعوت نہیں پہنچی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے یہ ارشاد گرامی بھی ناسخ ہیں۔

ولاتزر وازرة وزراخری وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵)

اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

پہلے جملہ سے بچوں کے عذاب کا نسخ ہے' جبکہ دوسرے سے ارسال سے پہلے کے لوگوں سے عذاب کا نسخ ہے' غور کیجئے ان اسرار پر جو نظم قرآن میں ہے اور وہ خوبصورت عمدہ معانی و مفاہیم جو ترتیب فرقان میں سموئے گئے ہیں۔

قل للسخاوی لن تعروک مشکلة
علمی کبحر من الامواج ملتطم

(سخاوی سے کہہ دو اگر تجھے کوئی مشکل عارض آجائے تو میرا علم سمندر کی موجوں کی طرح ہے۔)

سوال و جواب

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس دور میں دعوت عیسٰی علیہ السلام موجود تھی تو ہم کہتے ہیں والدین کریمین تک اس دعوت کا پہنچنا ہرگز ثابت نہیں نہ ہی انہیں کسی نے اس کی خبر دی اور نہ یہ معاملہ ان پر کسی نے واضح کیا' اگر کوئی یہ بات تسلیم نہیں کرتا تو پھر تمام دنیا میں اہل فترت کا وجود ہی نہ ہو گا کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے پہلے بھی تمام کائنات میں رسول آئے اور جو بھی فترت کا زمانہ ہوتا ہے اس سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام نبی تشریف لائے ہوئے ہیں اور حضرت آدم سے پہلے بشر تھے نہیں کہ ان سے احکام متعلق ہوں مثلاً کفر و اسلام یا حلال و حرام۔

اگر ہم ہر بعثت کا اعتبار کریں خواہ اس کا پیغام لوگوں تک نہ پہنچا ہو تو پھر احادیث اہلِ فترت کا محال ہونا لازم آئے گا کیونکہ پھر ایسا وصف کسی قوم میں ہے ہی نہیں کہ ان پر یہ حکم (احادیث والا) لگایا جائے' حالانکہ بلاشبہ الفاظ حدیث صراحتہً ان کے وجود پر دال ہیں اور واضح کر رہے ہیں کہ اہل فترت سے وہ لوگ مرا ہیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شریعت کے مٹ جانے اور رسول کریم سراج منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد شاہد ہے۔

یاھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علی فترة	اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر

من الرسل ان تقولوا ماجاء نا من بشير ولانذير فقد جاء کم بشير ونذير (المائده ۱۹)

ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا' کہ کبھی کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا' تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے۔

مفسرین نے اعلانیہ کہا ہے کہ دو نبیوں کے درمیان کا زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ امام ابن جریر نے اس آیت کے تحت فرمایا

الفترة انقطاع الرسل بعد مجیئهم من فتر الامر اذا هدأ وسكن (جامع البیان' ۶-۲۲۷)

انبیاء کی تشریف آوری میں انقطاع آ جانا فترت کہلاتا ہے۔ یہ فتر سے مشتق ہے' جس کا معنیٰ خاموش و ساکن ہونا ہے۔

جوہری نے صحاح میں کہا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دو رسولوں کے درمیان فاصلہ فترت ہوتا ہے۔ اب فترت کا زمانہ ہو گا کہ پہلے رسول دعوت لے کر آئے پھر اس کی دعوت کو بہت عرصہ گزر جائے اور ان کی شریعت مٹ جائے۔

امام حاکم نے شرائط بخاری و مسلم پر صحیح حدیث نقل کی ہے۔

اذا كان يوم القيامة جاء اهل الجاهلية يحملون اوثانهم على ظهورهم (المستدرک' ۴=۴۹۷)

روز قیامت اہل جاہلیت بتوں کو اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے ہونگے۔

پھر حدیث کا بقیہ حصہ کہ ان کا امتحان ہو گا جو واضح ہے' یہ زمانہ فترت پر دال ہے۔

امام شافعی کی تصریح

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح کی ہے، زمانہ فترت بعثت سے دو سو سال کے بعد آتا ہے۔ ــ ــ ــ ــ علاوہ ازیں ان کی ظاہری حیات میں ایسی قوم تھی جن تک دعوت نہ پہنچی وہ علاقہ چین میں تھی، جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے دو سو سال بعد ایسے لوگ ہیں جنہیں دعوت اسلام نہیں پہنچی جبکہ دین اسلام کا غلبہ رہا تو تمہارا کیا خیال ہے زمانہ جاہلیت کے ان لوگوں کے بارے میں جہاں تمام زمین پر کفر ہی کفر تھا۔ اور کفار کا غلبہ تھا، تو مدار دعوت کے پہنچنے اور نہ پہنچنے پر ہے جس کو دعوت نہیں پہنچی وہ نجات پانے والا ہے وہ بعثت محمدی سے پہلے تھا یا بعد میں۔ اور جس نے زمانہ فترت پایا اور اسے دعوت پہنچی لیکن اس نے انکار و رد پر اصرار کیا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

یہ آخری قسم محل اجماع ہے اس میں کسی کا بھی نزاع نہیں۔ اس طرف امام نووی نے مسلم میں اشارہ کیا تو جس کو اللہ اور اس کا رسول معذور سمجھے وہ معذور ہے اور جسے وہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

امام ابی نے شرح مسلم میں زیر بحث مسئلہ پر بڑی تفصیلی اور پختہ گفتگو کی ہے کہ اہل فترت سے مراد وہ لوگ ہیں جو رسلان کرام کے زمانے کے درمیان ہوتے ہیں، نہ تو پہلے رسول ان کی طرف آئے اور نہ انہوں نے دوسرے رسول کو پایا، مثلاً اعراب جن کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی رسول نہ تھے اور نہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا۔

اہل فترت کی اقسام

پھر لکھا کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہل فترت تین طرح کے ہوتے ہیں۔

ا۔ جنہوں نے اپنی بصیرت کی بنیاد پر توحید پائی خواہ وہ شریعت میں داخل نہ تھے مثلاً زید

بن عمرو بن نفیل یا وہ شریعت عیسوی میں داخل تھے۔

۲۔انہوں نے نہ تو شرک کیا اور وہ اہل توحید تھے۔ اور نہ وہ کسی نبی کی شریعت کے تابع تھے۔ اور نہ انہوں نے اپنے لئے شریعت کا انتخاب کیا اور نہ انہوں نے اپنے کسی دین کو گڑا' تمام عمر غفلت میں بسر ہو گئی۔

پھر لکھا زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کا حال یہ تھا وہ حقیقۃً اہل فترت ہیں۔

۳۔جنہوں نے شرک کیا اور توحید کا راستہ اختیار نہ کیا بلکہ اس میں تبدیلی کی کوشش کی اور اپنی ذات کے لئے نئی شریعت بنالی' خود ہی حرام و حلال کر لیا اور ایسے لوگ اکثر ہیں۔ (أكمال المعلم' ۱=۶۱۸)

آگے لکھا جن لوگوں نے کہا اہل فترت پر عذاب ہے ان کی مراد یہی لوگ ہیں' یا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اخبار آحاد ہیں اور یہ دلائل قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں' جیسا کہ تفصیلاً پیچھے گزر چکا ہے بعض متاخرین اہل علم نے فرمایا۔

انه يجب اخراج الابوين الشريفين من هذا القسم	حضور ﷺ کے والدین شریفین کو اس قسم سے خارج قرار دینا لازم و فرض ہے۔

دیگر دلائل سے تائید

کچھ دیگر دلائل بھی ہیں جو اگرچہ صراحۃً نہیں مگر تائید کرتے ہیں مثلاً امام ابن جریر نے

ولسوف يعطيك ربك فترضى (الضحیٰ' ۵)	اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

کے تحت حضرت ابن عباس نے نقل کیا

من رضى محمد صلى الله	حضور ﷺ کی رضا یہ بھی ہے کہ

علیہ و آلہ وسلم ان لایدخل احدمن اھل بتیہ النار
اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو۔

اس کا عموم شاہد ہے۔

۲۔امام ابوسعید نے شرف النبوۃ وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا۔

سألت ربی ان لایدخل النار احدمن اھل بیتی فاعطانی ذلک
میں نے اپنے رب سے عرض کیا میری اہل بیت میں سے کسی کو بھی دوزخ میں داخل نہ کرنا اس نے مجھے یہ عطا فرما دیا۔

اس کے الفاظ بھی عام ہیں اور اس کی توجیہ کی طرف ہم نے ابتداء مقالہ میں حدیث ابن عمر کے تحت گفتگو کی ہے۔

اس لئے حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر نے اصول و آثار کی رعایت کرتے ہوئے نہایت جامع طور پر فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء و اجداد کے بارے میں یہ حسن ظن (عقیدہ) رکھا جائے کہ روز قیامت بوقت امتحان ان کو اطاعت نصیب ہو جائے گی، تاکہ اس سے جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔

اور اگر ہم موضوع روایات لانا چاہتے جیسا کہ کچھ لوگوں نے کیا تو ہم یہ حدیث ذکر کرتے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ میں نے ہر اس پشت و بطن پر آگ حرام کر دی ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے، لیکن ہم اسے دلیل نہیں بناتے اور نہ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں، کیونکہ دلائل قویہ کے ہوتے ہوئے موضوع روایات کی کیا ضرورت؟ جیسے بدر کے طلوع ہوتے ہوئے ستاروں کی کیا ضرورت ہے، یا پانی کی موجودگی میں تیمم باطل ہو جاتا ہے۔ جو کچھ میں نے اس منکر بھائی کے لئے لکھا ہے اسے وہ حدیث اور دین کی بنیاد پر رد نہیں کر سکتا اور یہ درجہ حفظ سے دور نہیں، ہاں ہم نے زبان درازی کی کوشش نہیں کی۔ اچھے معانی کو تبدیل نہیں کیا، کیونکہ

اچھے کلام اور حفظ زبان کے بارے میں حکم ہے۔

ولاتستوی السئیۃ ولاالحسنۃ برائی اور نیکی برابر نہیں۔

اللہ تعالیٰ اسے بھی اور ہمیں بھی باعمل علماء میں سے بنادے ہمارے سینوں میں جو کچھ ہے اسے خارج کردے اور جنت میں ہمیں جمع فرمادے۔

یہ ایک ادبی مقالہ تھا جس کے ذریعے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نسب کی خدمت کی ہے۔

اس کا نام "المقامۃ السندسیۃ" رکھ رہا ہوں اور عرصہ ہوا میں اختلافی مسائل سے دور رہتا ہوں، مگر اس مسئلہ پر گفتگو کے بغیر چارہ نہ تھا۔ میں اس عمل کے ذریعے امیدوار ہوں کہ مجھے جنت نعیم نصیب ہوگی اور رسالت مآب ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوگی، آپ ﷺ پر بے حد و حساب صلوۃ سلام ہو، میں نے یہ ہر صحیح ذہن اور طبع سلیم رکھنے والے کو تحفہ دیا ہے، ہر علم والے پر علم والا ہوتا ہے،

فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

٥

المقامة السندسية في النسبة المصطفوية

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي
المتوفى سنة ٩١١هـ/١٥٠٥م

قدم له وشرحه وعلق عليه
الدكتور محمد عز الدين السعيدي

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى . وسلام على عباده الذين اصطفى . وبعد فهذا مصنف شريف . مؤلف جليل منيف[١] . للشيخ الإمام العالم العلامة ، العمدة الفهامة ، وحيد دهره ، فريد عصره ، جامع أشتات الفضائل ، حاوي عقود جواهر الأواخر والأوائل ؛ جلال الدين أبي الفضل عبد الرحمن ابن الشيخ الإمام والحبر الهمام كمال الدين أبي بكر السيوطي[٢] الشافعي - تغمدهما الله برحمته ، وأسكنهما بُحْبُوحة[٣] جنته - يشتمل على إظهار ما خفي من الدلائل والبراهين على إسلام أبوي المصطفى ، وسماه « المقامة السُندُسية[٤] في النسبة المصطفوية » قال :

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ[٥] حَرِيصٌ

---

(١) أي مرتفع مشرف .

(٢) أسيوط - بضم الألف وسكون السين وضم الياء : بليدة بديار مصر من الريف الأعلى بالصعيد ، ومنهم من يسقط الألف فيقول : سيوط ، كما في اللباب لابن الأثير .

(٣) بحبوحة الدار : وسطها . - العيش : رغده وخياره .

(٤) السندس : ضرب من نسيج الديباج أو الحرير .

(٥) من عنت عنتاً : وقع في أمر شاق . لقي الشدة وهلك . اكتسب مأثماً - الرشيد القادري .

عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾[١] . نبي سري[٢] ، قدره عليّ ، وبرهانه جلي ؛ خير الخليقة أماً وأباً ، وأزكاهم حسباً ونسباً ؛ خلق الله لأجله الكونين ، وأقرَّ به من كل مؤمن العينين ؛ وجعله نبي الأنبياء وآدم منجدل[٣] في طينته[٤] ، وكتب اسمه على العرش إعلاماً بمرتبته عنده وفضيلته ؛ وتوسل به آدم فتاب عليه ، وأخبره أنه لولا ما خلقه وناهيك بها مزية لديه :

ي خص بالتقديم قدماً | وآدم بعد في طين وماء
كريم بالحيا[٥] من راحتيه | يجود وفي المحيا[٦] بالحياء

ومن خصائصه فيما ذكره الغزالي وغيره أن الله مَلَّكه الجنة ، وأذِنَ له أن يقطع منها من يشاء ما يشاء وأعظم بذلك منة ؛ وخصه بطهارة النسب تعظيماً لشأنه ، وحفظ آباءه من الدنس تتميماً لبرهانه ، وجعل كل أصل من أصوله خير أهل زمانه ؛ كما قال في حديث البخاري الذي نقطع بصدوره فيه :

«بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بني آدم قَرْناً فَقَرْناً حتى كُنْتُ مِنَ القرن الذي كُنْتُ فِيهِ» .

وقال عليه السلام : «أنا أنفسكم نسباً ، وصهراً وحسباً ، لم يزل الله ينقلني من الأصلاب الطيبة إلى الأرحام الطاهرة مصفى مهذباً ، لا تنشعب شعبتان إلا كنتُ في خيرهما فأنا خيركم نفساً وخيركم أباً» . وأجدر بقول

(١) الآية ١٢٨ / من سورة التوبة .
(٢) السري : صاحب المروءة في شرف أو السخاء في مروءة . السيد الشريف السخي .
(٣) من الجدل وهو الإلقاء على الأرض الصلبة .
(٤) أي في خلقته .
(٥) الحيا والحياء : المطر .
(٦) المحيا : الوجه ـ الرشيد القادري .

صاحب البردة ، أن يكون له في عرصات القيامة عدة :

وَبَدَا لِلْوُجُودِ مِنْكَ كَرِيمٌ ... مِنْ كَرِيمٍ آبَاؤُهُ كُرَمَاءُ
نَسَبٌ تَحْسَبُ العُلَى بِحُلَاه[1] ... قَلَّدتها نُجُومها الجوزاء[2]
حَبذا عِقْد سُودَد وفَخَار ... أنتَ فِيهِ اليتيمة[3] العَصْمَاء

وينظم في سلك هذه الدرر ، قول حافظ العصر ، أبي الفضل بن حجر :

نبي الْهدَى الْمُخْتَار مِنْ آل هاشم ... فعن فخرهم فليقصر المتطاول[4]
تنقل في أصلاب قوم تشرفوا ... به مثل ما للبدر تلك المنازل

وقد ورد أن قريشاً كانت نوراً بين يدي الله تعالى قبل أن يخلق آدم بألفي عام ، يسبح ذلك النور وتسبح الملائكة بتسبيحه عليهم الصلاة والسلام ، ثم ألقى ذلك النور في صلب آدم وهو الدرة الفاخرة ، قال : ثم لم يزل الله ينقلني من الأصلاب الكريمة إلى الأرحام الطاهرة ؛ ويشهد لذلك بالاستيناس ، ما أنشده إياه عمه العباس - رضي الله عنه .

من قبلها طبت في الظلال وفي ... مستودع حيث يخصف الورق[5]
ثم هبطت البلاد لا بشر ... أنت ولا مضغة ولا علق

---

(١) الحلى جمع الحلية على غير القياس : ما يزين به من مصوغ المعدنيات أو الحجارة الكريمة .

(٢) الجوزاء : نجم ، يقال إنه يعترض في جوز السماء أي وسطه . والجوزاء من بروج السماء .

(٣) الدرة اليتيمة : الثمينة لا نظير لها .

(٤) تطاول : تكبر وترفع . تطاولاً : تبارياً .

(٥) أي في الجنة حيث خصف آدم وحواء عليهما السلام من ورق الجنة - كما في النهاية .

بل نطفة تركب السفين[١] وقد ... الجم نسراً[٢] وأهله الغرق
تنقل من صالب[٣] إلى رحم ... إذا مضى عالم بدا طبق
حتى احتوى بيتك المهيمن[٤] من ... خندف علياء تحتها النطق[٥]
وأنت لما ولدت أشرقت الأر ... ض وضاءت بنورك الأفق
فنحن في ذلك الضياء وفي ... النور وسبل الرشاد نخترق[٦]

وأخذ الميثاق على النبيين إن جاءهم أن يؤمنوا به وينصروه[٧]، ولو أدركوه لما وسعهم إلا أن يتبعوه ويعزروه ويوقروه[٨]؛ وأرسله إلى جميع الخلق كافةً، من الإنسِ والجن والملائكة الصافة.

قال البارزي: وأدخل في دعوته الحيوانات والجمادات والحجر والشجر، وقال السبكي: هو مرسل إلى كل مَنْ تقدم مِنَ الأمم وغبر؛ قال: فجميع الأنبياء وأممهم كلهم من أمته، ومشمولون برسالته ونبوته، ولذلك يأتي عيسى - عليه السلام - في آخر الزمان على شريعته؛ فجميع

---

(١) السفين جمع السفينة: المركب.
(٢) نسر: صنم من أصنام قوم نوح عليه السلام، وقد تدخل عليه الألف واللام، وهو المذكور في قوله تعالى: ﴿ولا يغوث ويعوق ونسراً﴾.
(٣) الصلب والصالب: عظم في الظهر ذو فقار يمتد من الكاهل إلى العجب أو أسفل الظهر.
(٤) المهيمن: المؤمن من الخوف.
(٥) النطق جمع نطاق وهي أعراض من جبال بعضها فوق بعض أي نواح وأوساط منها، شبهت بالنطق التي يشد بها أوساط الناس ضربه مثلاً له في ارتفاعه وتوسطه في عشيرته وجعلهم تحته بمنزلة أوساط الجبال، وأراد ببيته شرفه. أي حتى احتوى شرفك الشاهد على فضلك أعلى مكان من نسب خندف - كما في النهاية.
(٦) أي نمر.
(٧) راجع سورة ٣ آية ٨١.
(٨) راجع سورة ٤٨ آية ٩ - الرشيد القادري.

الشرائع التي جاءت بها الأنبياء شرائعه ومنسوبة إليه ، فهو نبي الأنبياء وما جاءوا به إلى أممهم أحكامه في الأزمنة المتقدمة عليه . هكذا قرره ذلك الإمام الحبر الذي لا تكاد تسمح الأعصار له بنظير ، وأفرد له تأليفاً مستقلاً حقه أن يرقم على السندس بالنضير(١) ؛ ويوافقه من النظم النضيري ؛ قول الشرف البوصيري :

وكل آيٍ أتى الرُّسُلُ الكرامُ بِهَا ... فَإنَّما اتصلتْ مِنْ نورهِ بهم
فَإِنَّهُ شَمْسُ فضلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا ... يُظْهِرنَ أنوارهَا لِلناسِ في الظلم
وكلهم من رسول الله ملتمس ... غرفاً من البحر أو رشفاً(٢) من الديم
وواقفون لديه عند حدهم ... من نقطة العلم أو من شكلة الحكم

وأجرى على يديه من المعجزات ألوفاً جملة ، وآتاه من الخصائص ما لم يؤته نبي قبله ؛ وكان مما نسب من المعجزات والخصائص إليه ، إحياؤه ، حتى آمنا به ، أبويه ؛ وما زال كلام أهل العلم والحديث، في القديم والحديث ؛ يَرْوُون هذا الخبر وبه يُسِرُّون ، وينشرونه بين الناس ولا يسرون ؛ ويجعلونه في عداد الخصائص والمعجزات ، ويدخلونه في حيز المناقب والمكرمات ؛ ويرون أن ضعف إسناده في هذا المقام مغتفر ، وأن إيراد ما ضعف في الفضائل والمناقب، معتبر ؛ وقد خرّجت الأئمة في أبواب المناقب ما هو أشد ضعفاً من هذا ، وتسامحوا فيها بإيراد ما لم يصل إلى رتبته ولا حاذى ؛ ووجّهوه بأنواع من التوجيه ، وارتضوه لما فيه من التبرئة والتنزيه .

فقال القرطبي : إن فضائل النبي صلى الله عليه وآله وسلم

---

(١) النضير : الذهب والفضة . وقد غلب على الذهب .

(٢) رشف الماء ونحوه : مصه بشفتيه ـ الرشيد القادري .

وخصائصه لم تزل تتوالى إلى حين مماته ، وتتابع إلى وقت وفاته : فيكون هذا مما فضله الله وأكرمه فضلاً ، وليس إحياؤهما بممتنع شرعاً ولا عقلاً .

وقال ابن سيد الناس : ذكر بعض أهل العلم أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم لم يزل راقياً في المقامات السنية ، صاعداً في الدرجات العلية ؛ إلى أن قبض الله روحه الطاهرة إليه ، وأزلفه بما خصه به لديه ، من الكرامة حين القدوم عليه ؛ فمن الجائز أن تكون هذه درجة حصلت له بعد أن لم تكن ، وأن الإحياء والإيمان متأخر عن تلك الأحاديث فلا تعارض .

وقال الحافظ شمس الدين بن ناصر الدين الدمشقي :

حبا[١] الله النبي مزيد فضل على فضل وكان به رؤوفا
فأحيا أمه وكذا أباه لإيمان به فضلاً لطيفا
فسلم فالقديم بذا قدير وإن كان الحديث به ضعيفا

وبعض الأساطين أيده وشيده ، وأكده وأطده[٢] ، وقواه وشدده ، ومهد طريقه وسدده ؛ بأنه وافق القاعدة التي اتفقت عليها الأمة كلها ، أنه لم يؤت نبي معجزة أو خصيصة إلا وقع لنبينا مثلها ؛ وقد أُوتي عيسى - عليه السلام - إحياء الموتى من القبور ، فلا بد أن يكون له نظيره وليس إلا هذه القصة في ما اشتهر من المأثور ؛ وإن كان وقع له من هذا النمط نطق الذراع ، وحنين الخشبة من الأجذاع ؛ فإن قصة الأبوين أقرب إلى المماثلة ، وأنسب بالمشاكلة ؛ ومن الأصول المحررة ، أن الحديث الضعيف يتقوى بموافقة القاعدة المقررة .

---

(١) حباه كذا وبكذا : أعطاه إياه بلا جزاء .

(٢) يقال « وطد الله للسلطان ملكه وأطده » إذا ثبته ، كما في لسان العرب - الرشيد القادري .

وذهب المحققون في شأنهما إلى ما هو أقوى مدركاً ، وأصح مسلكاً ؛ وهو أن حكمهما حكم من لم تبلغه الدعوة من أهل الفترة ، إذ لم يثبت أنهما دعيا وعاندا وكل مولود يولد على الفطرة ؛ مع ضميمة أنهما قبضا في أوان الشباب ، ولم يبلغا سن من بلغ الأحقاب[١] : فلم يسع عمرهما الوقوف على الأخبار بالإخبار من الأحبار ، والفحص عنها إلى الأسفار بالأسفار إلى حملة الأسفار[٢] .

وقد ورد في أهل الفترة أحاديث صحاح وحسان ، بأنهم موقوفون للامتحان ، بين يدي الملك الديان[٣] ، فمن سبقت له السعادة أطاع ودخل الجنان ، ومن سبقت له الشقاوة عصى وأدخل النيران ؛ ومن هنا نشأت قاعدة من لم تبلغه الدعوة ، فأطبق على نجاته من له بمذهب الإمامين الشافعي والأشعري قدوة[٤] .

وأجابوا عن الأحاديث التي بعضها في صحيح مسلم ، بأنها منسوخة بالأدلة التي بنوا عليها قاعدة شكر المنعم ؛ وقد أوردوا على ذلك من التنزيل أصولاً :

منها قوله تعالى : ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولاً ﴾[٥] .

وقال تعالى في بيان إنه لا يعاقب أحد قبل البعثة ولا يجزى : ﴿ وَلَوْ

---

(١) الحقب بالضم وسكون القاف ثمانون سنة ، وقيل أكثر من ذلك ، وجمعه حقاب ؛ والحقبة بالكسر وسكون القاف واحدة الحقب وهي السنون ، والحقب بضمتين : الدهر ، وجمعه أحقاب .

(٢) الأول والثالث جمع السفر بالكسر بمعنى الكتاب الكبير والثاني جمع السفر بالفتح .

(٣) الديان : القاضي . القهار . الحاكم والسائس . المحاسب والمجازي .

(٤) يقال « لي بك قدوة » أي أسوة .

(٥) الآية ١٥/ من سورة الاسراء . ـ الرشيد القادري .

أَنَّا أَهْلَكْنَٰهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِۦ لَقَالُوا۟ رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ ءَايَٰتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ ﴾ (١) .

وقال تعالى في سورة ﴿ طسٓمٓ تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُبِينِ ﴾ : ﴿ وَلَوْلَآ أَن تُصِيبَهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا۟ رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ ءَايَٰتِكَ وَنَكُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (٢) .

وقال تعالى في هذه السورة وبه استدل العالمون : ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ ٱلْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِىٓ أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِى ٱلْقُرَىٰٓ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَٰلِمُونَ ﴾ (٣)

وقال تعالى في عدم تكليف الغافل وبه قال الناقلون : ﴿ ذَٰلِكَ أَن لَّمْ يَكُن رَّبُّكَ مُهْلِكَ ٱلْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَٰفِلُونَ ﴾ (٤) .

وقال تعالى في هذه السورة وهو أصدق القائلين : ﴿ أَن تَقُولُوٓا۟ إِنَّمَآ أُنزِلَ ٱلْكِتَٰبُ عَلَىٰ طَآئِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَٰفِلِينَ ﴾ (٥) .

وقال تعالى في سورة الشعراء تنبيهاً للعالمين : ﴿ وَمَآ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ * ذِكْرَىٰ وَمَا كُنَّا ظَٰلِمِينَ ﴾ (٦) .

وقال تعالى قطعاً لعذر الكفار حيث لا يجدون في النار من نصير : ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَٰلِحًا غَيْرَ ٱلَّذِى كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ ٱلنَّذِيرُ ﴾ (٧) .

---

(١) الآية ١٣٤ / من سورة طه .
(٢) الآية ٤٧ / من سورة القصص .
(٣) الآية ٥٩ / من سورة القصص .
(٤) الآية ١٣١ / من سورة الأنعام .
(٥) الآية ١٥٦ / من سورة الأنعام .
(٦) الآيتان ٢٠٨ و٢٠٩ / من سورة الشعراء .
(٧) الآية ٣٧ / من سورة فاطر .

وبالجملة فهذه القاعدة مقطوع بها عندنا في الفقه والأصول، مستغنية لشهرتها عن أن يورد فيها شيء من النقول ؛ ونظير هذا نسخ تعذيب أطفال المشركين بما هو أحرى ، وهو قوله تعالى : ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴾[1] .

وعلى هذا التخريج يحمل ما لوح به حديث الحاكم وصححه عن ابن مسعود ـ رضي الله عنه ـ أنه صلى الله عليه وآله وسلم سُئل عن أبويه فقال : ما سألتهما ربي فيعطيني فيهما وإني لقائم المقام المحمود ؛ فلوح بأنه يرتجى لهما في ذلك المقام الشفاعة ، وليست إلاَّ في التوفيق عند الامتحان للطاعة : وعلى ذلك يحمل حديث ابن عمر ـ رضي الله عنهما ـ فيما رواه تمام في فوائده[2] المروية : إذا كان يومَ القيامة شفعت لأبي وأمي وعمي وأخ لي كان في الجاهلية . والمراد أخوه من الرضاعة وهو ابن حليمة السعدية .

وقد تأوله المحب الطبري في حق عمه على أنها شفاعة في التخفيف كما في مسلم ، ولا بد من هذا التأويل في حقه لأنه أدرك البعثة ولم يُسلم ؛ وسلك الإمام فخر الدين الرازي مسلكاً آخر في غاية التبجيل والتعظيم ، فقال : إنهما لم يكونا مشركين بل كانا على التوحيد وملة إبراهيم ـ عليه السلام ؛ وزاد أن أجداده صلى الله عليه وآله وسلم كلهم إلى آدم ـ عليه السلام ـ كذلك ، سالكون من التوحيد في أقوم المسالك .

واستدل بما في التنزيل الذي هو قرة عين العابدين ، ﴿ ٱلَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ * وَتَقَلُّبَكَ فِي ٱلسَّاجِدِينَ ﴾[3] ، وبقوله تعالى : ﴿ إنما المشركون

---

(١) الآية ١٦٤/ من سورة الأنعام.

(٢) فوائد تمام الرازي في الحديث ، كشف الظنون ـ الرشيد القادري .

(٣) الآيتان ٢١٨ و٢١٩/ من سورة الشعراء.

أَنَّا أَهْلَكْنَٰهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ ءَايَٰتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ ﴾ (١).

وقال تعالى في سورة ﴿ طسٓمٓ تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُبِينِ ﴾: ﴿ وَلَوْلَآ أَن تُصِيبَهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ ءَايَٰتِكَ وَنَكُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (٢).

وقال تعالى في هذه السورة وبه استدل العالمون: ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ ٱلْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِيٓ أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي ٱلْقُرَىٰٓ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَٰلِمُونَ ﴾ (٣)

وقال تعالى في عدم تكليف الغافل وبه قال الناقلون: ﴿ ذَٰلِكَ أَن لَّمْ يَكُن رَّبُّكَ مُهْلِكَ ٱلْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَٰفِلُونَ ﴾ (٤).

وقال تعالى في هذه السورة وهو أصدق القائلين: ﴿ أَن تَقُولُوٓا إِنَّمَآ أُنزِلَ ٱلْكِتَٰبُ عَلَىٰ طَآئِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَٰفِلِينَ ﴾ (٥).

وقال تعالى في سورة الشعراء تنبيهاً للعالمين: ﴿ وَمَآ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ * ذِكْرَىٰ وَمَا كُنَّا ظَٰلِمِينَ ﴾ (٦).

وقال تعالى قطعاً لعذر الكفار حيث لا يجدون في النار من نصير: ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَٰلِحًا غَيْرَ ٱلَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ ٱلنَّذِيرُ ﴾ (٧).

---

(١) الآية ١٣٤/ من سورة طه.
(٢) الآية ٤٧/ من سورة القصص.
(٣) الآية ٥٩/ من سورة القصص.
(٤) الآية ١٣١/ من سورة الأنعام.
(٥) الآية ١٥٦/ من سورة الأنعام.
(٦) الآيتان ٢٠٨ و٢٠٩/ من سورة الشعراء.
(٧) الآية ٣٧/ من سورة فاطر.

وبالجملة فهذه القاعدة مقطوع بها عندنا في الفقه والأصول، مستغنية لشهرتها عن أن يورد فيها شيء من النقول ؛ ونظير هذا نسخ تعذيب أطفال المشركين بما هو أحرى ، وهو قوله تعالى : ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴾[1] .

وعلى هذا التخريج يحمل ما لوح به حديث الحاكم وصححه عن ابن مسعود ـ رضي الله عنه ـ أنه صلى الله عليه وآله وسلم سُئل عن أبويه فقال : ما سألتهما ربي فيعطيني فيهما وإني لقائم المقام المحمود ؛ فلوح بأنه يرتجى لهما في ذلك المقام الشفاعة ، وليست إلاَّ في التوفيق عند الامتحان للطاعة : وعلى ذلك يحمل حديث ابن عمر ـ رضي الله عنهما ـ فيما رواه تمام في فوائده[2] المروية : إذا كان يومَ القيامة شفعت لأبي وأمي وعمي وأخ لي كان في الجاهلية . والمراد أخوه من الرضاعة وهو ابن حليمة السعدية .

وقد تأوله المحب الطبري في حق عمه على أنها شفاعة في التخفيف كما في مسلم ، ولا بد من هذا التأويل في حقه لأنه أدرك البعثة ولم يُسلم ؛ وسلك الإمام فخر الدين الرازي مسلكاً آخر في غاية التبجيل والتعظيم ، فقال : إنهما لم يكونا مشركين بل كانا على التوحيد وملة إبراهيم ـ عليه السلام ؛ وزاد أن أجداده صلى الله عليه وآله وسلم كلهم إلى آدم ـ عليه السلام ـ كذلك ، سالكون من التوحيد في أقوم المسالك .

واستدل بما في التنزيل الذي هو قرة عين العابدين ، ﴿ ٱلَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ * وَتَقَلُّبَكَ فِي ٱلسَّاجِدِينَ ﴾[3] ، وبقوله تعالى : ﴿ إنما المشركون

(١) الآية ١٦٤/ من سورة الأنعام.

(٢) فوائد تمام الرازي في الحديث ، كشف الظنون ـ الرشيد القادري .

(٣) الآيتان ٢١٨ و٢١٩/ من سورة الشعراء.

نجس ﴾(١) فذلك صفة الكافرين ؛ وقد قال صلى الله عليه وآله وسلم : لم أزل أنقل من أصلاب الطاهرين.

وقد استقريْتُ أحوال جداد سيد بني قصي ، فوجدتهم مؤمنين متقين من آدم - عليه السلام - إلى مرة بن كعب بن لؤي ؛ إلّا أنه يستثنى منهم آزر إن كان والد إبراهيم - عليه السلام ؛ وإن كان عمه كما رجحه الإمام وقال به جماعة من السلف فالأمر على التعميم.

وقد صحت الآثار الواردة بأنه لم يكن بين آدم ونوح - عليهما السلام - نسمة جاحدة ، وهو معنى قوله تعالى : ﴿ كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ﴾(٢) ،

وفي التنزيل حكاية عن نوح - عليه السلام - داعياً مؤمناً. ﴿ رَبِّ ٱغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِناً ﴾(٣) : وسام بن نوح قيل : إنه نبي وولده أرفخشد صديق . وقد أدرك جده نوحاً ودعا له وكان في خدمته نعم الرفيق.

وفي « طبقات ابن سعد » إن الناس من عهد نوح لم يزالوا ببابل(٤) وهم على الإسلام ، إلى أن ملكهم نمرود بن كوش بن كنعان فدعاهم إلى عبادة الأصنام ؛ وأما العرب فصحت الأحاديث في البخاري وغيره ولكل راو واعي ، بأنه لم يكن منهم أحد مشرك من عهد إبراهيم إلى عهد عمرو

---

(١) الآية ٢٨ / من سورة التوبة.

(٢) الآية ٢١٣ / من سورة البقرة. (٣) الآية ٢٨ / من سورة نوح.

(٤) بابل بكسر الباء اسم ناحية منها الكوفة والحلة ، ينسب إليها السحر والخمر . وقال المفسرون في قوله تعالى : ﴿ وما أنزل على الملكين ببابل وهروت وماروت ﴾ قيل بابل العراق ، وقيل بابل دنباوند ، وقال أبو الحسن : بابل الكوفة ؛ ويقال إن أول من سكنها نوح عليه السلام وهو أول من عمرها ، راجع معجم البلدان ١٨/٢ - الرشيد القادري .

ابن عامر الخزاعي ؛ فهو أول من عبد الأصنام ، وغيّر دين إبراهام ؛ ورآه النبي صلى الله عليه وآله وسلم بسبب ذلك يجرُّ قصبه(١) في النار ، قد نص العلماء على هذه الجملة وروتها الحملة في عدة من الأخبار.

وقد أخرج ابن حبيب في تاريخه عن ابن عباس - رضي الله عنهما - وهو جدير بأن يجد له في السير ، قال : كان عدنان ومعد وربيعة ومضر وخزيمة وأسد على ملة إبراهيم - عليه السلام - فلا تذكروهم إلا بخير.

وفي « الروض الأُنُف» حديث : لا تسبوا إلياس - عليه السلام ! فإنه كان مؤمناً ، وناهيك به بياناً.

وفي «دلائل النبوة » لأبي نعيم إن كعب بن لؤي أوصى ولده بالإيمان بالنبي صلى الله عليه وآله وسلم وكان ينشد إعلاناً :

يا ليتني شاهد نجواء دعوته إذا قريش تبغي الحق خذلانا

وأما كلاب وقصي وعبد مناف وهاشم ، فلم أظفر فيهم في واحد من الجانبين بنقل جازم.

وأما عبد المطلب ففيه خلاف والأشبه أنه من أهل الفترة ، وممن لم تبلغه الدعوة كرة ؛ وقد استشهد أولئك القبيل ، بقوله في قصة أصحاب الفيل :

لاهُمَّ(٢) أن المرء يمنع رحله فامنع حلالك
وانصر على آل الصليب وعابديه اليوم آلك

---

(١) القصب - بالضم : المعي ج أقصاب ، وقيل : القصب اسم للأمعاء كلها . وقيل : هو ما كان أسفل البطن منها ؛ الدر النثير للسيوطي - الرشيد القادري .

(٢) وفي الخصائص الكبرى ١/٤٤ : اللهم .

وقد استدل مجاهد وسفيان بن عيينة على استمرار التوحيد في ذرية إبراهام، بقوله تعالى: ﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَـٰذَا ٱلْبَلَدَ آمِنًا وَٱجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ ﴾[1].

وصح في تفسير ابن المنذر عن ابن جريج وهو العالم الأواه، في قوله تعالى: ﴿ رَبِّ ٱجْعَلْنِي مُقِيمَ ٱلصَّلَوٰةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي ﴾[2]. قال: فلن يزال من ذرية إبراهيم - عليه السلام - ناس على الفترة يعبدون الله.

وورد عن ابن عباس - رضي الله عنهما - ومجاهد وقتادة بسند نعتمده، في قوله تعالى: ﴿ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ ﴾[3] قال: الإخلاص والتوحيد لا يزال في ذريته من يوحد الله ويعبده.

وما أحسن قول الحافظ ابن ناصر الدين الدمشقي:

تَنَقَّلَ أحمد نُوراً عَظِيماً ... تَلألأ في جِباهِ السَّاجِدِينَا
تَقَلَّبَ فِيهِمْ قَرْناً فَقَرْناً ... إلى أن جَاءَ خَيْرَ المُرْسَلِينَا

هذه خلاصة النقول والأدلة، وهي بدور مسفرة لا نجوم أو أهلة؛ شرحت صدور الأصحاب. وأشرقت إشراق الشمس في الظهيرة ليس دونها سحاب: فمن أدام النظر وتأملها، وألقى فكره نحوها وما نحا: ونظر إليها منصفاً، وضح له منها ما خفي: ومن قوي عنده غير ذلك. وترجح في نظره ما هنالك؛ فدونه وما شاء دون إنكار. فليس في الاختيار ولاية إجبار، فإن كان ممن إذا نظر في الأدلة مازها وما زها. وإذا قدم قومة الرجال ماسها وما سها. فليختر لنفسه أي قول! وليركب في ترجيحه كل هول! ولينفق في نصرته من سعة ذات يده إن كان ذا طول! وإن قصر

(1) الآية ٣٥/ من سورة ابراهيم.

(2) الآية ٤٠/ من سورة إبراهيم.

(3) الآية ٢٨/ من سورة الزخرف - الرشيد القادري.

باعه ، وانحصر إطلاعه ؛ فمد لسانه إلى البذا[١] ، وتناول بالشتم والأذى ؛ فإنّا لله ، ولا حول ولا قوة إلّا بذي الطول ؛ وإن رام بزعمه أن ارجع عما اخترته فلو قطعت إرباً إرباً ما رجعت ، ولم أقصد سوى أن أريد إلا الإصلاح ما استطعت ؛ ولقد وصل إليَّ عن رجل من أهل الحديث . وممن سعى فيه طول عمره السعي الحثيث[٢] : أنه ذكر له ما قلته فصاح . وأعرض بوجهه وأشاح[٣] ؛ وأجرى من فمه سيلاً ، وجر من لسانه ذيلاً . وكسا وجه الصباح ليلاً : وكاد يطير مع بنات النعش[٤] ، وحاص[٥] حيصة حمر الوحش ؛ ثم زأر[٦] وشزر[٧] في النظر ، وكلح[٨] بوجهه وبسر[٩] . وقال فحشاً وهجر ، وهذى في منطقه وهذر[١٠] ، وصرح بأنهما ـ نعوذ بالله ! من أهل سقر .

وذكر أنه نزل فيهما من القرآن العظيم ﴿ وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ ٱلْجَحِيمِ ﴾[١١] فقلت للناقل : لمَ لا لجأت إلى وزر ! وهلّا ألقمت فاه من كلام شيخه وهو الركن المشيد بحجر ! وأطفأت النار التي أوقدها من

---

(١) بذا عليه : تكلم بالفحش .
(٢) الحثيث : السريع ، يقال «ولى حثيثاً» أي مسرعاً .
(٣) أشاح وجهه وبوجهه وأشاح عنه وجهه . أعرض متكرهاً .
(٤) بنات نعش الكبرى : سبعة كواكب تشاهدها جهة القطب الشمالي وبقربها سبعة أخرى تسمى بنات نعش الصغرى .
(٥) أي حاد ، هرب ونفر . دابة حيوص : نفور . المحيص : المحيد . المهرب .
(٦) زأر الأسد ؛ صات من صدره .
(٧) شزر الرجل وإليه : نظر إليه بجانب عينه مع إعراض أو غضب .
(٨) كلح وجهه : عبس وتكبر فهو كالح .
(٩) بسر : قطب وجهه فهو باسر .
(١٠) هذر الرجل في كلامه : هذى أي خلط وتكلم بما لا ينبغي ـ الرشيد القادري .
(١١) الآية ١١٩/ من سورة البقرة .

زفر بزفر من زفر[١] ؛ وعلمت أنه يضرب في حديد بارد إذا ضربنا نحن في ذهب ذائب[٢] ، ويرمي عن وتر منقطع إذا فَوَّقنا[٣] نحن كل سهم صائب ؛ ولو أنه اقتصر على ذكر المنقول من غير سفهٍ لم يكن عليه من بأس ، إنما السبيل على الذين يظلمون الناس ؛ أفرحٌ بالعلو ، أم تجاوزاً إلى حد الغلو ! أم إعظاماً لنفسه واستكباراً ، واحتقاراً لغيره واستصغاراً ! أم استجاشة[٤] على مثلي واستنصاراً ! أأتقن قاعدة شكر المنعم التي مبنى هذه المسألة عليها ، أأحكم قاعدة التحسين والتقبيح التي مرد[٥] هذه القاعدة إليها ! أعرف حكم الغافل من حيث التكيف ، أدرى حكم الأفعال قبل البعثة هل توصف بالتشديد أو التخفيف! أعلم فن الأصول، وقواعد الاستدلال، والترجيح عند تعارض النقول :

لا تحسب المجد تمراً أنت آكله ... لن تبلغ المجد حتى تلعق الصبرا

أنسي ما بدا منه من برهة في مسألة رؤية الأنبياء يقظة ، وما أنكره عليَّ من إفتائي بإمكانها كما نص عليه الأئمة والحفظة ! فبادر بقوله : إن ذلك مستحيل ، وأخذ يغبر في الوجه الجميل ، ويفرح بكثرة القال والقيل ؛وما شعر أن هذا القول يؤول إلا لمن يعذر بجهله إلى كفره ، وينبىء تعالى الله علواً كبيراً عن استقصار لقدره .

---

(١) زفر الرجل زفراً وزفيراً : أخرج نفسه مع مده إياه. وزفر إذا استقى فحمل . وزفر الحمار : أخذ في النهيق . وزفرت النار : سمع صوت توقدها . الزفر - بالضم : الأسد ، الشجاع ، البحر .

(٢) من ذاب إذا سال . نقيض جمد .

(٣) فوَّق السهم : جعل له فوقاً . والفوق - بالضم : مشق رأس السهم حيث يقع الوتر .

(٤) استجاش الجيش : جمعه . - الأمير : طلب منه الجند والجيش .

(٥) أي أحكم ، والمارد : المرتفع ، المحكم . والتمريد : التمليس والتسوية والتطيين . الممرد : بناء مطول - رشيد القادري .

ثم لما شددت عليه النكير ، وبلغه أن ذلك يلزم منه - والعياذ بالله ! والتكفير ؛ بَدَّل قوله وحوَّل ، وقال : إنما أنكرت دعوى الإجماع وتأول ، فكان قوله الثاني أشد سوءاً من قوله الأول ؛ لأن صلاحية القدرة للممكنات لا يختلف فيها اثنان ولا تتجزى ، ومن لا يميز بين الجائز والمستحيل فسكوته عن الإنكار أحرى وتصديه له أخزى ؛ وقد قلت في تلك الواقعة :

رؤية الأنبياء بعد الممات ... أدخلوها في حيز الممكنات
قل لمن قال إنه مستحيل ... أترك الخوض عنك في الغمرات
أنت لا تعرف المحال ولا الممكن ... لا ما بالغير أو بالذات
فاحترز أن تزل زلة كفر ... وتوقّ مواقع الزلات

ونعود إلى ما نحن فيه ليت شعري ما الذي أنكره عليَّ ، وفوَّق بسببه سهامه إليَّ ! أترجيح جانب النجاة أمَا لي فيه من سلف صالح ! أمَا تقدمني إليه من أئمة كل منهم لو وزن بالجبال فهو عليها راجح ! فإن اعتذر بعدم الوقوف كان عذره جلياً ، أو بالنسيان فقد خلق الإنسان نسياً !

وما سمي الإنسان إلا لنسيه ... ولا القلب إلا أنه يتقلب

وهل يستبعد على من أنجى الله به الثقلين ، أن ينجي به الأبوين ! فإن استبعد هو ذلك فليست الشدة عندي بأرجح من الرخاء ، وإن استكثر ذلك فإنه لبخيل حيث شح بأجمل الأمرين وهو السخاء :

شح السخاوي بالإنجاء يذكره ... عن والدي سيد الأنبياء والأمم
إن عز أن يبلغ البحر الخضم(١) روى ... يا ليته يستقي من وابل الديم

أم ظن إني أقدمت على الترجيح لا لمستند ، أو بمجرد التشهي من

---

(١) الخضم - بكسر الخاء وفتح الضاد : البحر العظيم .

زفر بزفر من زفر[١] ؛ وعلمت أنه يضرب في حديد بارد إذا ضربنا نحن في ذهب ذائب[٢] ، ويرمي عن وتر منقطع إذا فَوَّقنا[٣] نحن كل سهم صائب ؛ ولو أنه اقتصر على ذكر المنقول من غير سفهٍ لم يكن عليه من بأس ، إنما السبيل على الذين يظلمون الناس ؛ أفرحٌ بالعلو ، أم تجاوزاً إلى حد الغلو ! أم إعظاماً لنفسه واستكباراً ، واحتقاراً لغيره واستصغاراً ! أم استجاشة[٤] على مثلي واستنصاراً ! أأتقن قاعدة شكر المنعم التي مبنى هذه المسألة عليها ، أأحكم قاعدة التحسين والتقبيح التي مرد[٥] هذه القاعدة إليها ! أعرف حكم الغافل من حيث التكيف ، أدرى حكم الأفعال قبل البعثة هل توصف بالتشديد أو التخفيف! أعلم فن الأصول، وقواعد الاستدلال، والترجيح عند تعارض النقول :

لا تحسب المجد تمراً أنت آكله لن تبلغ المجد حتى تلعق الصبرا

أنسي ما بدا منه من برهة في مسألة رؤية الأنبياء يقظة ، وما أنكره عليَّ من إفتائي بإمكانها كما نص عليه الأئمة والحفظة ! فبادر بقوله : إن ذلك مستحيل ، وأخذ يغبر في الوجه الجميل ، ويفرح بكثرة القال والقيل ؛ وما شعر أن هذا القول يؤول إلاَّ لمن يعذر بجهله إلى كفره ، وينبىء تعالى الله علواً كبيراً عن استقصار لقدره .

---

(١) زفر الرجل زفراً وزفيراً : أخرج نفسه مع مده إياه . وزفر إذا ستقى فحمل . وزفر الحمار : أخذ في النهيق . وزفرت النار : سمع صوت توقدها . الزفر - بالضم : الأسد ، الشجاع ، البحر .

(٢) من ذاب إذا سال . نقيض جمد .

(٣) فوَّق السهم : جعل له فوقاً . والفوق - بالضم : مشق رأس السهم حيث يقع الوتر .

(٤) استجاش الجيش : جمعه . - الأمير : طلب منه المدد والجيش .

(٥) أي أحكم ، والمارد : المرتفع ، المحكم . والتمريد : التمليس والتسوية والتطيين . الممرد : بناء مطول - الرشيد القادري .

ثم لما شددت عليه النكير ، وبلغه أن ذلك يلزم منه ـ والعياذ بالله ! والتكفير ؛ بَدَّل قوله وحوَّل ، وقال : إنما أنكرت دعوى الإجماع وتأول ، فكان قوله الثاني أشد سوءاً من قوله الأول ؛ لأن صلاحية القدرة للممكنات لا يختلف فيها اثنان ولا تتجزى ، ومن لا يميز بين الجائز والمستحيل فسكوته عن الإنكار أحرى وتصديه له أخزى ؛ وقد قلت في تلك الواقعة :

رؤيـة الأنبيـاء بـعـد الممـات أدخلوهـا في حيـز الممكنـات
قـل لمن قـال إنـه مستحيـل أتـرك الخوض عنك في الغمرات
أنت لا تعرف المحال ولا الممكن لا مـا بـالـغـيـر أو بـالـذات
فـاحتـرز أن تـزل زلـة كـفـر وتـوقَّ مـواقـع الـزلات

ونعود إلى ما نحن فيه ليت شعري ما الذي أنكره عليَّ ، وفوَّق بسببه سهامه إليَّ ! أترجيح جانب النجاة أمَا لي فيه من سلف صالح ! أمَا تقدمني إليه من أئمة كل منهم لو وزن بالجبال فهو عليها راجح ! فإن اعتذر بعدم الوقوف كان عذره جلياً ، أو بالنسيان فقد خلق الإنسان نسياً !

ومـا سمي الإنسـان إلا لنسيـه ولا الـقـلـب إلا أنـه يـتـقـلـب

وهل يستبعد على من أنجى الله به الثقلين ، أن ينجي به الأبوين ! فإن استبعد هو ذلك فليست الشدة عندي بأرجح من الرخاء ، وإن استكثر ذلك فإنه لبخيل حيث شح بأجمل الأمرين وهو السخـاء :

شح السخـاوي بـالإنجـاء يـذكـره عن والـدي سيـد الأنبيـاء والأمم
إن عز أن يبلغ البحر الخضم(١) روى يـا ليتـه يستقي من وابـل الديم

أم ظن إني أقدمت على الترجيح لا لمستند ، أو بمجرد التشهي من

---

(١) الخضم ـ بكسر الخاء وفتح الضاد : البحر العظيم .

غير دليل معتمد ! معاذ الله ! بل لما قام عندي من أدلة قاطعة ساطعة ، ناصعة[1] لامعة ، جامعة مانعة ، هامعة رائعة ، صادعة قامعة ، بارعة باقعة ، جازمة لازمة ، مثبتة هازمة ؛ صحيحة صريحة . متعبة مريحة ، حاصرة فسيحة ؛ تامة عامة ، كاملة شاملة ، كافلة حافلة ، تجزم ولا تجزم ، وتهزم إن شاء الله تعالى ولا تهزم ؛ كما قيل :

أتمسي القوافي تحت غير لوائنا   ونحن على قوالها أمراء

أم أنكر عليَّ السكوت عن القول الآخر ورام مني أن أجريه على الألسنة ! فيا سبحان الله ! ما لي ولحكايته أنائم أنا أم في سنة ! أمَا أكون من الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه ! أمَا يحق لي أن أضرب بيني وبينه بسور له باب ، باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب!

أمّا أوّلاً فلأن العلماء أرشدوا في مثل هذا إلى الصمت ، وعدوه من حسن الأدب والهدى والسمت ؛ وأمّا ثانياً فلأن السائل عن ذلك ممن يقر المعاد ويستطرد في الكلام ، ويحضر مجلسه النساء والعوام ، ومن هم بعيدو الأفهام ، ومن هم حديثو عهد بالإسلام ، أفأكون سبباً في وصول ذلك إلى أسماعهم ، ووسيلة إلى تحدثهم به مع نقص فهمهم وجفاء طباعهم ؛ كلا ، والله . لكل مقام مقال ، وما كل ما يعلم يقال .

وقد روى البيهقي في شعب الإيمان عن بعض السلف قال : من كان عقله أصغر من علمه قتله علمه ، ومن تكلم هدر دمه ، وكثر ذمه ؛ ثم يا ليت شعري أيّ غرض لي في ذلك ! أيتعلق به أصل من أصول الدين يخشى من السكوت عنه ضياع أو زلل ، أم عبادة فيحصل بالصمت عنه

---

(١) الناصع والنصيع : الخالص الصافي يقال « أصفر ناصع وأبيض ناصع » . الرشيد القادري .

فساد فيها أو خلل ؛ أم عقد مالي فيؤدي إلى اختلاله ، أم نكاح فرج فيفضي إلى استحلاله ، أم دم يخاف من كتمه أن يسفك ، أم عرض يحذر من ستره أن يهتك ! كلا ، بل الأدب مطلوب ، والصمت عن كثير من الأشياء واجب أو مندوب.

ترك الأمور التي تخشى عواقبها   في الله أحسن في الدنيا وفي الدين

وأمّا احتجاج المنكر في هذا المقام العظيم ، بأنه نزل فيهما ﴿ وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَـٰبِ ٱلْجَحِيمِ ﴾[1].

فنقول : قد تقرر في علوم الحديث أن سبب النزول حكمه حكم الحديث المرفوع ، لا يقبل منه إلاّ الصحيح المتصل الإسناد لا ضعيف ولا منطوع ؛ وهذا السبب لا يعرف له في الدنيا إسناد صحيح متصل بذكره ، والمنكر يعرف ذلك ويعترف به إذا عرض عليه ولا ينكره ؛ فإن احتج في التعذيب بضعيف فأحاديث النجاة مع كونها أمثل منه أولى بالقبول ، وإن تشبث في النيران بهذا المقطوع فهلا تشبث في الجنان بذاك الموصول ؛ مع ما ينضم إلى ذلك من حيث بلاغة الخطاب ، إن الآيات من قبل ومن بعد كلها في أهل الكتاب ؛ من قوله تعالى : ﴿ يا بَنِي إِسْرَائِيلَ ٱذْكُرُوا نِعْمَتِيَ ٱلَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِيَ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ ﴾[2] أولاً ، إلى قوله : ﴿ يا بني إسرائيل اذكروا نعمتي التي أنعمت عليكم ﴾ المتلوة بقوله : ﴿ وَإِذِ ٱبْتَلَىٰ ﴾[3] ؛ ولهذا ختمت القصة بمثل ما صدرت ، وكرر نداء بني إسرائيل إيذاناً بالختم لطولها حين تقررت ؛ فدل على أن المراد بأصحاب الجحيم كفار أهل الكتاب ، الحائدون عن الإنابة والمثاب .

---

(١) الآية ١١٩/ من سورة التوبة.   (٣) الآية ١٢٤/ من سورة البقرة.

(٢) الآية ٤٠/ من سورة البقرة.

ويؤكد ذلك أن السورة مدنية ، خوطب فيها من بني إسرائيل الذرية ؛ وأكثر ما خوطب فيها اليهود ، الناقضون ما في التوراة من العهود ؛ ويشهد له من المنقول ما أخرجه الفريابي وعبد بن حميد عن مجاهد أحد أئمة التنزيل ، قال من أربعين آية من سورة البقرة إلى عشرين ومائة في بني إسرائيل.

ويرشح ذلك من المناسبة اللفظية والمعنوية ، أن الجحيم اسم لما عظم من النار كما هو مقتضى اللغة والآثار المروية.

أخرج ابن أبي حاتم عن أبي مالك أحد التابعين الأبرار ، في قوله تعالى : ﴿ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ ﴾[1] ، قال : الجحيم ما عظم من النار.

وأخرج ابن جرير وابن المنذر عن ابن جريج في قوله تعالى : « لها سبعة أبواب » ، قال : أولها جهنم ثم لظى ثم الحطمة ثم سعير ثم سقر ثم الجحيم ثم الهاوية ، قال : والجحيم فيها أبو جهل الحواب[2] ؛ فاللائق بهذه المنزلة من عظم كفره ، واشتد وزره ؛ وعاند عن علم ويقين ، وبدل ما عنده من آيات الكتاب المبين ؛ وجحد ما يعلمه وأنكر ، وحرف ما في التوراة وغير ؛ وكذَّب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في رسالته ، وهو مأمور في كتابه بتصديقه واتباعه وطاعته ؛ ولا يليق ذلك بأهل فترة لا علم عندهم ولا كتاب ، ولا عناد ولا تبديل لشيء من الخطاب ؛ فإن هذه الدركة ليست لهذا القبيل ، خصوصاً من هو من المصطفى صلى الله عليه وآله وسلم بسبيل أيّ سبيل.

وقد صح في أبي طالب أنه أهون أهل النار عذاباً ، لما حازه به من

---

(١) الآية ١١٩/ من سورة البقرة.

(٢) من الحوب بمعنى الإثم والذنب ـ الرشيد القادري.

بره وقرابته اقتراباً ؛ هذا مع امتداد عمره ، وامتناعه من طاعة أمره ؛ فما ظنك بأبويه اللذين هما أشد قرباً ، وآكد حباً ، وأقصر عمراً ، وأبسط عذراً ؛ فمعاذ الله ! أن يكونا في طبقة الجحيم ، وأن يشدد عليهما العذاب العظيم ! هذا لا يفهمه من له أدنى ذوق سليم .

وأما قول المنكر أنه وردت أحاديث كثيرة في عذابهما فقد وقفت عليها بأسرها ، وبالغت في جمعها وحصرها ؛ وأكثرها ما بين ضعيف ومعلول ، والصحيح منها منسوخ بما تقدم من النقول ، أو معارض فيطلب الترجيح على ما تقرر في الأصول.

وقد أتى بعض أئمة المالكية بجواب ساطع ، فقال : هذه أخبار آحاد لا تعارض القاطع ؛ وليت شعري ! ماذا يقول المنكر في أطفال المشركين ، والخبر بأنهم في النار متين مبين ! فإن قال بمقتضاه فقد أكبر القول ، وأعظم الهول ؛ وإن قال بقول الناس ، ورفع عنهم البأس ؛ فقد سلم العدول عن الأخبار ، الواردة بأنهم في النار ؛ وليس إلا لكونها من المنسوخ ، عند أهل التحقيق والرسوخ ؛ وذلك بالشفاعة الواقعة من المصطفى صلى الله عليه وآله وسلم فيهم ، حيث قال : سألت ربي اللاهين من ذرية البشر فأعطانيهم ؛ وقد وقع الناسخ للأطفال ومن لم تبلغهم الدعوة مقترنين نزولاً ، في قوله تعالى : ﴿ ولا تزر وازرة وزر أخرى ﴾ ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولاً ﴾[1] : فالجملة الأولى نسخت تعذيب الأطفال، والثانية نسخت أخبار التعذيب قبل الإرسال ؛ فانظر إلى هذه الأسرار المودعة في نظم القرآن ، والمناسبات المبدعة في ترتيب الفرقان !

(١) الآية ١٥/ من سورة الإسراء .

قل للسخاوي أن تعروك[١] مشكلة علمي كبحر من الأمواج ملتطم

فإن قال قد تقدمت دعوة عيسى ـ عليه السلام ـ قلنا لم يثبت أنها وصلت إليهما ، ولا وجد من يخبرهما بها ويكشف أمرها لديهما ؛ ولو كان تقدم ذلك يمنع ما تقرر ، لم يوجد في الدنيا أهل فترة في زمان محرر ؛ فإن الأنبياء قبل عيسى ـ عليه السلام ـ مبعوثون في أقطار العالم ، وما من فترة متقدمة إلّا وقبلها نبي إلى آدم ـ عليه السلام ـ وليس قبل آدم بشر يتعلق بهم أحكام ، من كفر أو إسلام ، أو حلال أو حرام .

فإن اعتبرنا تقدم بعثة ما وإن لم تصل إليهم ، استحالت أحاديث أهل الفترة إذْ لم يوجد بهذا الوصف قوم يحكم بها عليهم ؛ ولا شك أن ألفاظ الحديث صريحة ، ومبانيها فصيحة ؛ في أن المراد بأهل الفترة من كان بعد دثور[٢] شريعة عيسى ـ عليه السلام ـ وقبل بعثة نبينا السراج المنير ، وهو ظاهر من قوله تعالى : ﴿ يَٰأَهْلَ الكِتَٰبِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِنَ ٱلرُّسُلِ أَن تَقُولُوا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ﴾[٣] .

وقال المفسرون رأى العين ، الفترة ما بين النبيين ؛ وقال ابن جرير في هذه الآية القول الحسن ، الفترة انقطاع الرسل بعد مجيئهم من فتر الأمر إذا هدأ وسكن .

وقال الجوهري في الصحاح قولاً أبانه ، الفترة ما بين الرسولين من

---

(١) من عرا يعرو فلاناً أمر : ألم به ـ الرشيد القادري .

(٢) دثر دثوراً الرسم : بلي وامحى .

(٣) الآية ١٩ / من سورة الأنعام ـ الرشيد القادري .

رسل الله سبحانه ؛ فلا تكون فترة حتى يتقدمها دعوة رسول ، ثم يتمدى الزمان فيدثر أمرها ويطول ؛ ولفظ حديث الحاكم وهو على شرط الشيخين صحيح الإسناد ، إذا كان يوم القيامة جاء أهل الجاهلية يحملون أوثانهم على ظهورهم ثم ذكر بقية الحديث في الامتحان وهو صريح في المراد.

وقد نص إمامنا الإمام الشافعي رضي الله تعالى عنه وهو بعد البعثة بمائتين من السنين ، على أن في زمانه من لم تبلغه الدعوة وهم قوم وراء الصين ، فإذا وجد من لم تبلغه الدعوة بعد بعثة نبينا بمائتي سنة والإسلام ظاهر والدين وافر ، فما ظنك بزمن الجاهلية التي عم فيها الكفر والجهل طبق الأرض وغلب فيها كل كافر ! وبالجملة فالمدار على بلوغ الدعوة وعدمه فمن لم تبلغه فهو ناجٍ سواء كان قبل البعثة المحمدية أو بعدها ، ومن كان في زمن الفترة وبلغته فهو في النار إذا أصر على العناد وردها .

وهذا القسم الأخير محل إجماع ، ليس فيه بين أحد من الخلق نزاع ؛ وهو الذي أشار إليه النووي في شرح مسلم ، فمن عذره الله ورسوله فهو المعذور ومن يهن الله فما له من مكرم.

وقد ذكر الأبي[1] في شرح مسلم هذه المسألة فأطنب فيها وأتقن وأحكم ، وقال : أهل الفترة هم الأمم الكائنة بين أزمنة الرسل الذين لم يرسل إليهم الأول ولا أدركوا الثاني كالأعراب الذين لم يرسل إليهم عيسى عليه السلام ولا لحقوا النبي صلى الله عليه وآله وسلم.

قال : ثم أهل الفترة فيما ذكر عقيل بن أبي طالب ـ رضي الله

---

(١) الإمام أبو عبد الله محمد بن خليفة الوشتاني الأبي المكي المتوفى سنة سبع وعشرين وثماني مائة ، واسم شرحه « إكمال المعلم » وهو كبير في أربع مجلدات ، كما في كشف الظنون ـ الرشيد القادري .

عنه ـ ثلاثة أقسام ، الأول من أدرك التوحيد ببصيرته سواء لم يدخل في شريعة كزيد بن عمرو بن نفيل أم دخل في شريعة عيسى عليه السلام ؛ والثاني من لم يشرك ولم يوحد ولا دخل في شريعة نبي ولا ابتكر لنفسه شريعة ، ولا اخترع ديناً با بقي عمره على حال غفلة عن هذا كله تاركاً جميعه . قال : وفي الجاهلية من كان كذلك وهم أهل الفترة حقيقة ، قال : وهم غير معذبين للقطع كما قررنا طريقه ؛ والثالث من أشرك ولم يوحد وبدل وغير ، وشرع لنفسه فحلل وحرم وهم الأكثر ؛ قال : وعلى هذا القسم يحمل من صح تعذيبه ، أو يجاب بأنها أخبار آحاد لا تعارض القاطع كما تقدم تقريره وتهذيبه : وزاد بعض من تأخر من أهل العلم ، أنه يجب إخراج الأبوين الشريفين من هذا القسم .

وقد وردت آثار أخر يُستأنس بها في هذا المقام ، وإن لم تكن نصاً في المرام .

كما أخرجه ابن جرير عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله تعالى : ﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى ﴾[1]، قال : من رِضَى محمد عليه الصلاة والسلام أن لا يدخل أحد من أهل بيته النار وبهذا العموم يقضي .

وما أخرجه أبو سعيد في «شرف النبوة»[2] وغيره من حديث عمران ابن حصين مرفوع المسالك ، وسألت ربي أن لا يدخل النار أحداً من أهل بيتي فأعطاني ذلك ؛ وعموم اللفظ وإن طرقه الاحتمال معتبر . وتوجيهه ما

---

(١) الآية د/ من سورة الضحى

(٢) « شرف النبوة » من كتب الأحديث لأبي سعيد عبد الملك بن أبي عثمن محمد الواعظ الخركوشي المار ذكره . كذا في « فضائل العشرة » ؛ كشف الظنون ـ الرشيد القادري .

أشرنا إليه في أوائل المقامة قبيل حديث ابن عمر.

ولهذا قال حافظ العصر أبو الفضل بن حجر، قولاً جامعاً بين مرعى الأصول والأثر ؛ الظن بآله كلهم من أهل الفترة أن يطيعوا عند الامتحان. لتقر بهم عينه صلى الله عليه وآله وسلم في الجنان ؛ ولو كنا نحب إيراد الأحاديث الواهيات كبعض من سلك، لأوردنا حديث: أوحى الله إليَّ أني حرمت النار على صلب أنزلك وبطن حملك ؛ لكني لا أحتج بمثل هذا ولا أستمطر منه وابلاً ولا رذاذاً[1] ؛ فإن في الأدلة القوية غنى عن وهٍ فيه تكلم، ومهما طلع البدر استغنى عن النجوم وإذا حضر الماء بطل التيمم ؛ والذي نقوله في أخينا هذا المنكر إنه غير مدفوع عن علم بالحديث وذين. وما هو عن درجة الحفظ من المبعدين ؛ غير إنّا كرهنا منه إطلاق اللسان. والتغيير في وجوه المعاني الحسان ؛ أما ورد الحث على طيب الكلام وحفظ الألسنة ! ولا تستوي السيئة ولا الحسنة ؛ جعلنا الله وإياه من العلماء العاملين، ونزع ما في صدورنا من غل وجمعنا في الجنة إخواناً على سرر متقابلين.

وقد أنشأت هذه المقامة وسميتها « المقامة السُنْدُسيَّة » وخدمت بها النسبة الشريفة المصطفوية الطاهرة القدسية ؛ ولي برهة منذ تركت الدخول في شيء من هذه الأمور غير محصورة، ولكني لم يسعني التخلف عن هذه القضية فجعلتها كالمستثناة للضرورة، وقد رجوت بها الفوز بجنات النعيم، وتوصلت إلى مرضاة هذا النبي الكريم، المحبو بالتبجيل والتكريم، عليه أفضل الصلاة والتسليم، وأتحفت بها كل ذي ذهن قويم، وطبع سليم، وفوق كل ذي علم عليم، فإن تولوا فقل حسبي الله

---

(١) الرذاذ : المطر الخفيف ـ الرشيد القادري.

لا إله إلا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم.

* * *

وفي الختام ندعو الله سبحانه وتعالى أن ينفعنا بها ويوفقنا لما يحبه ويرضاه. وصلى الله على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين. وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.